اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
MAY 2019
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 301
Regd. # MC-1177

العُروَہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرَہ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصہ بارہواں

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دار الافتاء جمعیۃ اشاعۃ اہل السنۃ)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحِجِّ و العُمُرَۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ دوازدہم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	العروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحِجّ و العمُرَۃ ''فتاویٰ حج و عمرہ'' (حصہ دوازدہم)
تالیف	:	شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	5200
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	5
احرام	7
احرام سے قبل خواتین کا مہندی لگانا	7
حالتِ احرام میں موزے اور دستانے پہننا کیسا ہے؟	8
حالتِ احرام میں نکاح اور رُخصتی کرنا کیسا؟	10
حالتِ احرام میں کریم لگنے کا حکم	25
میقات	27
حائضہ جب احرام کی نیت سے میقات پر تلبیہ کہہ لے تو کیا حکم ہوگا؟	27
بلا احرام میقات تجاوز کر کے عمرہ ادا کئے بغیر آفاق لوٹ جانے کا حکم	30
بلا احرام میقات سے گزرنے والے پر سے دم کیسے ساقط ہوگا؟	33
حج	36
حج کے بعد دو دن آنے والے خون کا حکم	36
عمرہ اپنی طرف سے کر کے حج غیر کی طرف سے کرنے کا حکم	38
مدینہ منورہ سے حجِّ قران کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دینے پر حکم	39
حلّی کے حج تمتع کا حکم	46
غریب شخص نے فرض حج یا مطلق نیت کے ساتھ حج کیا تو کیا فرض حج ادا ہو جائے گا؟	52
عمرہ	53
بچے کی جانب سے عمرہ کرتے ہوئے بچے کا ساتھ ہونا ضروری ہے	53
عورت کا بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ چلے جانا	54
حالت حیض میں کئے گئے طواف پر لازم آنے والا دم کیسے ساقط ہو؟	55
طواف	56
مسجدِ حرام کے گرد طواف کا حکم	56
حج کی سعی سے قبل طوافِ وداع کرنے کا حکم	60
نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا	63
حالتِ طواف میں سترِ عورت کا حکم	66
طواف سے قبل سعی کا حکم	69
عمرہ طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں	73
دورانِ طواف پانی پینے کی شرعی حیثیت	81
چھت سے کعبہ معظّمہ کا طواف	84
ماخذ ومراجع	92

پیشِ لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دار الافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے

والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷/ ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جا سکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء میں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ/ جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفرِ حج میں اور کچھ دار الإفتاء النور میں مفتی صاحب نے حج وعمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ اس ماہ یعنی مئی میں ''جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان'' اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۳۰۱ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

احرام

احرام سے قبل خواتین کا مہندی لگانا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج پر جانے والی خواتین احرام سے قبل ہاتھوں پر مہندی لگاسکتی ہیں یا نہیں؟

(السائل: ڈاکٹر محمد ساحل شکروی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں خواتین احرام باندھنے سے قبل ہاتھوں پر مہندی لگاسکتی ہیں کیونکہ احرام سے قبل پیشانی پر خوشبو ملنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

چنانچہ امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ کی روایت میں آتا ہے: حَدَّثَتْنِی عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْهَاهَا۔(۱)

یعنی، مجھے حضرتِ عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بیشک اُم المؤمنین حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنہیں بیان فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے پس ہماری پیشانیوں پر احرام باندھتے ہوئے خوشبو ملی ہوئی تھی پس جب ہم میں سے کسی ایک کو پسینہ آتا تو وہ اُس کے چہرے پر بہتا پس اِسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

(۱) سُنن أبی داود، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، برقم ۱۸۳۰، ۲/۲۸۴

لہٰذا احرام کی نیت کرنے سے قبل خواتین کو ہاتھوں پر مہندی لگانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ احرام کے بعد اس کی خوشبو باقی رہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: لأنه لا بأس ببقاء الطیب الذی طیّب به قبل الإحرام۔(۲)

یعنی، اُس خوشبو کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں جو احرام سے قبل لگائی ہو۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۱۸م FU-54

حالتِ احرام میں موزے اور دستانے پہننا کیسا ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کو حالتِ احرام میں موزے یا دستانے پہننا کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں مرد کو حالتِ احرام میں دستانے اور موزے پہننا حرام ہے بشرطیکہ موزہ پہننے میں وسطِ قدم کو چھپایا جائے البتہ اس حکم میں عورت شامل نہیں کہ اُسے موزے یا دستانے پہننا جائز ہے۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: هیَ فیهِ کالرّجُلِ، إلّا أنّ لها: أنْ تلبس المخِیط غَیر المصبوغ، والخفیّن، والقُفّازین۔(۳)

یعنی، عورت احرام میں مرد کی مثل ہے سوائے اس کے کہ وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے جبکہ (ورس یا زعفران یا عصفر سے) رنگا ہوا نہ ہو، اور موزے (اگرچہ وسطِ قدم چھپ

(۲) لباب المناسِك و عباب المسالك، باب الجنایات، فصل فی تطییب الثوب، ص ۲۰۱

(۳) لباب المناسك وعباب المسالك، باب الإحرام: شرائط صحته، وواجباته، وسننه، ومستحباته، فصل فی إحرام المرأة، ص ۹۵

جائے)اور دستانے بھی پہن سکتی ہے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: عورت کو چند باتیں جائز ہیں: سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقچہ اُٹھانا، بدرجۂ اَولیٰ، گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر، غلافِ کعبہ کے اندر یوں داخل ہونا کہ سر پر رہے منہ پر نہ آئے، دستانے موزے سلے کپڑے پہننا۔(٤)

اور عورت کے لئے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ دستانے نہ پہنے تو وہ استحباب پر محمول ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ وہ دستانے نہ پہنے لیکن اگر وہ پہن لیتی ہے تو بھی گنہگار نہ ہوگی۔

چنانچہ مُلّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وقوله عليه الصلاة و السلام :"ولا تلبس القفّازين" نهي ندب۔(٥)

یعنی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان "کہ تو دستانے نہ پہن" (٦) یہ مستحب کی نہی ہے۔

اور ملّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مزید لکھتے ہیں: حملناه عليه جمعاً بين الدلائل بقدر الإمكان۔(٧)

یعنی، ہم نے دلائل میں بقدر الامکان جمع کرتے ہوئے نہی کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

---

(٤)الفتاوى الرضويّة، كتاب الحج، جنايات، ٧٣٥/١٠

(٥)المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: فى إحرام المرأة ، ص١٦٢

(٦)صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمة، برقم١٨٣٨، ٤٥٣/١ ،وفيه: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِى الإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:.....وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ

(٧)المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: فى إحرام المرأة، ص١٦٢

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

يوم السبت، ٧ ربيع الآخر ١٤٤٠ھ۔ ١٤ دسمبر ٢٠١٨م FU-64

حالتِ احرام میں نکاح اور رُخصتی کرنا کیسا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ کیا احرام کی حالت میں نکاح اور رُخصتی کرنا جائز ہے کیونکہ بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں؟

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: فقہ حنفی کی رو سے حالت احرام میں عقدِ نکاح کرنا جائز ہے اور ایسا کرنا حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ امام اَبوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیساپوری متوفی ۲۶۱ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ؛ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔(٨)

یعنی، حضرت ابوشعثاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بے شک انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی ﷺ نے اُمُّ المؤمنین حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا۔

اور ہماری دلیل بھی یہی حدیث شریف ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین اَبوالحسن علی بن اَبی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: ولنا: ما روى "أنه عليه الصلاة والسلام: تزوّج بميمونة وهو محرمٌ"۔(٩)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ جو روایت کیا گیا ہے کہ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ

---

(٨)صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم نكاح المحرم ،وكراهة خطبة، ١٠٣١/٢

(٩)الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب النكاح، فصل فى بيان المحرمات، ١-٢٢٨/٢

والسلام نے حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا۔

قاضی القضاۃ أبو الولید أحمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحنہ ثقفی حلبی حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَلنَا مَا روی: أنّه علیه السلام تزوّج مَیمُونَۃَ وَهُوَ محرمٌ۔(۱۰)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ جو روایت کیا گیا ہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا۔

اسی حدیث شریف کی بناء پر فقہاء احناف کے نزدیک حالتِ احرام میں محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز ہے۔

چنانچہ امام أبو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: أخبرنا محمد عن أبی حنیفة قال: لا بأس بأن یتزوّج المحرم ویزوّج غیره۔(۱۱)

یعنی، ہمیں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام أعظم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ محرم کو نکاح کرنے اور اپنے غیر کا نکاح کروانے میں کوئی حرج نہیں۔

اور امام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں: ولا بأس علی المحرم أن یتزوّج ولکنه لا یدخل حتی یحلّ، والمحرمة فی ذلك کالمحرم سواء۔(۱۲)

یعنی، محرم کو نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ دخول نہ کرے یہاں تک احرام سے باہر آجائے اور محرمہ اس مسئلہ میں محرم کی مثل ہے۔

---

(۱۰) لسان الحکّام فی معرفة الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا یحلّ أن یجمع بین الأختین بنکاح، ص۱۸۶

(۱۱) کتاب الحجّة علی أهل المدینة، کتاب المناسك، باب نکاح المحرم، ۲/۴۶۱۔۴۶۵

(۱۲) مختصر الطحاوی، کتاب النکاح، نکاح المحرم، ۱/۴۳۷

اور امام أبی الحسین أحمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علّامہ عبد الغنی بن طالب بن حمادہ غنیمی دمشقی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: (ویجوز للمحرم والمحرمة) بالحج أو العمرة أو بهما (أن یتزوّجا فی حال الإحرام) لما روی أنه صلی اللّٰه علیه وسلم "تزوّج میمونة وهو مُحرم"(۱۳)

یعنی، محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز ہے خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا یا حج اور عمرہ دونوں کا کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا۔

امام أبو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: قال أصحابنا: لا بأس للمحرم والمحرمة [فی] النکاح۔(۱۴)

یعنی، ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ محرم اور محرمہ کو نکاح کرنے میں حرج نہیں۔

اور قاضی القضاۃ أبو الولید أحمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحنہ ثقفی حلبی حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَیجوز للمُحرِمِ والمحرمة أَن یتزوّجا فِی حَالَةِ الإحرام۔(۱۵)

یعنی، محرم اور محرمہ کے لئے حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں: وَیَجُوزُ لِلْمُحرِمِ وَالْمُحرِمَةِ

---

(۱۳) مختصر القدوری وشرحه اللباب فی شرح الکتاب، کتاب النکاح، ص۱۔۲/۲۰۳، ۱۴۴

(۱۴) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلك، فصل فی نکاح المحرم، ۲/۷۹۰

(۱۵) لسان الحکّام فی معرفة الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا یحلّ أن یجمع بین الأختین بنکاح، ص۱۸۶

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

أَنْ يَتَزَوَّجَا فِي حَالِ الْإِحْرَامِ۔(١٦)

یعنی، محرم اور محرمہ کے لئے حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔

اور نہ صرف نکاح کرنا جائز ہے بلکہ محرم کو تو اپنے غیر کا نکاح کروانا بھی جائز ہے۔

چنانچہ امام أبو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: وله أن يزوّج غيره۔ (١٧)

یعنی، اُس کے لئے حالتِ احرام میں نکاح کروانا جائز ہے۔

اور امام عزّ الدین بن جماعۃ الکِنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں: وعند الحنفية أنه يجوز أن يُزوِّج المحرم أو يتزوّج۔(١٨)

یعنی، "حنفیہ" کے نزدیک محرم کو نکاح کرانا یا کرنا جائز ہے۔

البتہ اس میں ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک اور امام أحمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہم) کا اختلاف ہے۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: وَفِيهِ خِلَافُ الثَّلَاثَةِ۔ (١٩)

یعنی، اس میں "ائمہ ثلاثہ" کا اختلاف ہے۔

(١٦) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث: فی بيان المحرمات وهی تسعة أقسام، القسم التاسع: المحرمات بالمطلقات، ٢٨٣/١

(١٧) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بيان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك، فصل فی نكاح المحرم، ٧٩١/٢

(١٨) هداية السّالك إلى المذاهب الأربعة فی المناسك، الباب الثامن فی محرمات الإحرام وكفاراتها، النوع السادس: عقد النكاح، ٦٢٤/٢

(١٩) فتح القدير، كتاب النكاح، فصل: فی بيان المحرمات، تحت قوله: وَيجوز لِلمحرمِ والمحرمة أَن يتزوجا فِی حَالَة الإحرام، ١٣٨/٣

اور امام مالک، شافعی اور احمد علیہم الرحمہ حالتِ احرام میں نکاح کے عدمِ جواز کے قائل ہیں چنانچہ امام برہان الدین أبو الحسن علی بن أبی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اور امام محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں: (وقال الشافعي رحمه الله :لا يجوز) وبه قال مالك وأحمد۔(٢٠)

یعنی، امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز نہیں اور یہی امام مالک اور امام أحمد رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث شریف کی بنا پر عدمِ جواز کے قائل ہیں اور وہ حدیث شریف یہ ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ۔(٢١)

یعنی، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے۔

اس حدیث شریف میں دو مقام پر "ینکح" مذکور ہے لیکن ان دونوں کو الگ الگ اعراب کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ اس طرح کہ پہلے "يَنْكِحُ" میں "یا" پر زبر اور "کاف" کو زیر کے ساتھ پڑھیں گے جبکہ دوسرے "يُنْكِحُ" میں "یا" پر پیش اور "کاف" کو زیر دے کر پڑھیں گے۔

چنانچہ امام شہاب الدین أبو العباس أحمد بن حسین بن علی بن رسلان مقدسی رملی شافعی متوفی ۸۴۴ھ لکھتے ہیں: بفتح الياء وكسر الكاف .....بضم الياء وكسر

(٢٠) الهداية وشرحه البناية شرح الهداية، كتاب النكاح، فصل: فی بيان المحرمات، ٤٧/٥

(٢١) سنَن أبی داود، كتاب المناسك، باب المحرم يتزوّج، برقم ١٨٤١، ٢٨٩/٢-٢٩٠

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

الکاف۔(۲۲)

یعنی، (لایَنکح)"یا" کے فتح اور "کاف" کے کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے......

(ولایُنکح)"یا" کے ضمہ کے ساتھ اور "کاف" کو زیر کے ساتھ پڑھیں گے۔

اور فقہاء کرام کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یہی حدیث امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین أبوالحسن علی بن أبی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: له قوله علیه الصلاة والسلام:"لا یَنکِحُ المحرم ولا یُنکَحُ"۔(۲۳)

یعنی، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل حضور علیہ الصّلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ: محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے۔

قاضی القضاۃ أبوالولید أحمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحنہ ثقفی حلبی حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَقَالَ الشَّافِعِی لَا یجوز لقَوْله عَلَیْهِ السَّلَام: لَا یَنْکِح الْمحرم وَلَا یُنْکِح۔(۲۴)

یعنی، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز نہیں حضور علیہ السلام کے فرمان کی وجہ سے کہ محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے۔

واضح رہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ کے موقف پر دلالت کرنے والے اس

(۲۲)شرح سُنَنِ أبی داود لِابْنِ رسلان، کتاب المناسك، باب المحرم یتزوج، تحت الحدیث ۱۸۴۱، ۴۳۸/۸۔۴۳۹

(۲۳)الهدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۱۔۲/۲۲۸

(۲۴)لسان الحکّام فی معرفة الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا یحلّ أن یجمع بین الأختین بنکاح، ص۱۸۶

حدیث شریف میں نکاح بمعنی "وطی" لیں گے۔

چنانچہ امام برہان الدین أبوالحسن علی بن أبی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: وما رواه محمول علی الوطء۔(۲۵)

اور جو انہوں (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)(۲۶) نے روایت کیا ہے تو یہ (دراصل) وطی پر محمول ہے۔

قاضی القضاۃ أبوالولید أحمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحنہ ثقفی حلبی حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَمَا رَوَاهُ مَحْمُول علی الْوَطْء۔(۲۷)

یعنی، جو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے تو وطی پر محمول ہے۔

اور علّامہ عبدالغنی بن طالب بن حمادہ غُنیمی دمشقی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: وما روی من قوله صلی الله علیه وسلم (لا یَنکِح المحرم ولا یُنکِح) محمول علی الوطء کما فی "الهدایة"۔(۲۸)

یعنی، جو روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے روایت کیا گیا ہے کہ محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے۔ یہ وطی (یعنی ہمبستری) پر محمول ہے جیسا کہ "ہدایہ" میں ہے۔

لہٰذا اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ محرم نہ وطی کرے اور نہ ہی وطی کروائے۔

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

(۲۵)الهدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۱۔۲/۲۲۸

(۲۶)کما فی البنایة شرح الهدایة، کتاب النکاح، فصل: فی بیان المحرمات، تحت قوله: وما رواه، ۴۹/۵، وفیه: أی ما رواه الشافعی رحمه الله

(۲۷)لسان الحکّام فی معرفة الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا یحلّ أن یجمع بین الأختین بنکاح، ص۱۸۶

(۲۸)اللباب فی شرح الکتاب، کتاب النکاح، ص:۱۔۳، ۱۴۴/۲

اورآخر میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام اُعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف پردلالت کرنے والی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی حدیث پر جمہور نے کئی جوابات دیے ہیں جوکہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابورافع وغیرہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے حالتِ احرام کے بغیر نکاح کیا تھا اور وہ اس معاملہ کو حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ یہ انہی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرتِ ابن عباس کی روایت میں ''محرم'' سے مراد حرم ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے قول اور فعل میں تعارض ہے اور جب قول وفعل میں تعارض ہو تو صحیح قول کے مطابق اصولیین کے نزدیک قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

چنانچہ امام یحیی بن شرف نووی دمشقی شافعی متوفی ۶۷۷ھ لکھتے ہیں: وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالْكُوفِيُّونَ: يَصِحُّ نِكَاحُهُ لِحَدِيثِ قِصَّةِ مَيْمُونَةَ وَأَجَابَ الْجُمْهُورُ عَنْ حَدِيثِ مَيْمُونَةَ بِأَجْوِبَةٍ:أَصَحُّهَا:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا تَزَوَّجَهَا حَلَالًا هَكَذَا رَوَاهُ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ.قَالَ الْقَاضِي وَغَيْرُهُ: وَلَمْ يَرْوِ أنه تزوجها محرماإلا ابن عَبَّاسٍ وَحْدَهُ،وَرَوَتْ مَيْمُونَةُ وَأَبُو رَافِعٍ وَغَيْرُهُمَا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَهُمْ أَعْرَفُ بِالْقَضِيَّةِ لِتَعَلُّقِهِمْ به بخلاف بن عباس.....الجواب الثاني تأويل حديث بن عَبَّاسٍ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا فِي الْحَرَمِ وَهُوَ حَلَالٌ، وَيُقَالُ لِمَنْ هُوَ فِي الْحَرَمِ مُحْرِمٌ وَإِنْ كَانَ حَلَالًا وَهِيَ لُغَةٌ شَائِعَةٌ مَعْرُوفَةٌ ومنه البيت

المشهور"قتلوا ابن عَفَّانَ الْخَلِيفَةَ مُحْرِمًاأَیُ فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ. وَالثَّالِثُ: أَنَّهُ تَعَارَضَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ. وَالصَّحِيحُ حِينَئِذٍ عند الأصوليين ترجيح القول.....وَالرَّابِعُ:جَوَابُ جَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ فِي حَالِ الْإِحْرَامِ وَهُوَ مِمَّا خُصَّ بِهِ دُونَ الْأُمَّةِ وَهَذَا أَصَحُّ الْوَجْهَيْنِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔ (۲۹)

یعنی، امام اُبوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کوفی حضرات فرماتے ہیں کہ اُس کا حالتِ احرام میں نکاح کرنا حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصّہ کی وجہ سے صحیح ہے اور جمہور نے اس حدیثِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جوابات دیئے ہیں جن میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نے ان سے حالتِ احرام میں نکاح نہ فرمایا تھا اسی طرح اکثر صحابہ نے روایت کیا ہے اور قاضی وغیرہ نے فرمایا کہ مروی نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا ہو مگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تنہا مروی ہے اور حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابورافع وغیرہما نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام کے علاوہ نکاح فرمایا تھا اور وہ اس معاملہ کے انہی کے ساتھ متعلّق ہونے کی وجہ سے زیادہ جاننے والے ہیں بخلاف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے.....اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں تاویل ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حرم میں اس حال میں نکاح فرمایا تھا کہ جب آپ حالتِ احرام میں نہ تھے اور جو حرم میں ہوتا ہے اُسے بھی محرم کہا جاتا ہے اگرچہ وہ

(۲۹)صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم ،وکراهة خطبته،تحت الحدیث ۱۴۰۹،۹ـ۱۶۵/۱۰ـ۱۶۶

غیرمحرم ہواور یہی لغوی اعتبار سے معروف ہے اور مشہور شعر بھی ہے کہ انہوں نے ''ابنِ عفّان خلیفہ کومحرم یعنی حرمِ مدینہ میں قتل کیااور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب قول وفعل میں تعارض ہوتو صحیح یہ ہے کہ اس وقت اصولیین کے نزدیک قول کوترجیح حاصل ہوتی ہے.....اور چوتھا جواب ہمارے اصحاب کی جماعت کی جانب سے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حالتِ احرام میں حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنا آپ ہی کے ساتھ خاص ہے نہ کہ اُمّت کے ساتھ اور یہ ہمارے نزدیک دووجہوں میں سے زیادہ صحیح ہے۔

اوران جوابات کو پڑھ کرحنفی مقلّد بھی تذبذب کا شکار ہوسکتا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے امام کے مذہب کی نصرت کی خاطر ان جوابات کا رد لکھیں اور یہ بالترتیب درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قصّہ کوحضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ جانتی ہیں کیونکہ اُم المؤمنین حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملے میں اوراس کے علاوہ میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرتبہ کونہیں پہنچتیں اورساتھ اس کے کہ صحابہ کرام کی جماعت سے روایت کیا گیا ہے کہ جس سے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کوتائید وموافقت حاصل ہوتی ہے۔

(۲) محرم کی تاویل حرم سے کرنا درست نہیں کیونکہ "بخاری شریف" کی روایت میں ہے کہ ''حضور علیہ السلام نے حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا اور آپ کواپنے گھر لائے اس حال میں کہ آپ غیرمحرم تھے''اس حدیث شریف میں محرم اور غیرمحرم الگ الگ مذکور ہے جواس پر دال ہے کہ حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

روایت میں محرم سے مرادحرم نہیں ورنہ پھراس حدیث میں لفظِ محرم اورلفظِ حلال علیحدہ علیحدہ کیوں ذکر ہوئے۔

(۳) قول وفعل میں تعارض کے وقت قول کوترجیح دینے میں خود اصولیین کا اتفاق نہیں ہے کیونکہ اس میں ان کا اختلاف ہے۔

(۴) اس دعوی کے ثبوت پر دلیل کی حاجت ہے۔

چنانچہ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: أجَاب عَن حَدِيث ابْن عَبَّاس بأَرْبعَة أجوبة نصْرَة لمَذْهَب إمَامه،.....فَالْجَواب عَن الأول :كَيفَ يحكم بِأَن مَيْمُونَة أعرف بالقضية من ابْن عَبَّاس وَلَا تلْحق مَيْمُونَة ابْن عَبَّاس فِي هَذِه الْقَضِيَّة وفير غَيرهَا؟ وَمَعَ هَذَا رُوِيَ عَن جمَاعَة من الصَّحَابَة مَا يُوَافق فِي ذَلِك رِوَايَة ابْن عَبَّاس، وَهُوَ عبد الله بن مَسْعُود وَأنس بن مَالك وَأَبُو هُرَيْرَة وَعَائِشَة ومعاذ وَأَبُو عبد الله بن مَسْعُود، أخرجه ابْن أبي شيبَة فِي "مُصَنفه" :حَدثنَا وَكِيع عَن جرير بن حَازِم عَن سُلَيْمَان الْأَعْمَش عَن إِبْرَاهِيم عَن عبد الله أَنه لم يكن يرى بتزويج الْمحرم بَأْساً، وَرَوَاهُ الطَّحَاوِيّ عَن مُحَمَّد بن خُزَيْمَة عَن حجاج عَن جرير بن حَازِم عَن سُلَيْمَان الْأَعْمَش عَن إِبْرَاهِيم :أَن ابْن مَسْعُود كَانَ لَا يرى بَأْسا أَن يتَزَوَّج الْمحرم .وَأثر أنس بن مَالك أخرجه الطَّحَاوِيّ :حَدثنَا روح بن الْفرج حَدثنَا أَحْمد بن صَالح حَدثنَا ابْن أبي فديك حَدثنِي عبد الله ابْن مُحَمَّد بن أبي بكر، قَالَ :سَأَلت أنس بن مَالك عَن نِكَاح الْمحرم، قَالَ :وَمَا بَأْس بِهِ، هَل هُوَ إِلَّا كَالْبيع؟ وَهَذَا إِسْنَاد صَحِيح .وَحَدِيث أبي هُرَيْرَة مَرْفُوعا رَوَاهُ الطَّحَاوِيّ :حَدثنَا سُلَيْمَان بن شُعَيْب حَدثنَا خَالِد بن عبد الرَّحْمَن حَدثنَا كَامِل أَبُو الْعَلَاء عَن أبي صَالح عَن أبي

هُرَيْرَة، قَالَ :تزوج رَسُول الله صلى الله تَعَالَى عَلَيْهِ وَسلم، وَهُوَ محرم، وَكَذَلِكَ أخرج الطَّحَاوِىّ حَدِيث عَائِشَة رَضِى الله تَعَالَى عَنْهَا، :حَدثنَا مُحَمَّد بن خُزَيْمَة حَدثنَا مُعلى بن أَسد نَا أَبُو عوَانَة عَن مُغيرَة عَن أبى الضُّحَى عَن مَسْرُوق عَن عَائِشَة قَالَت :تزوج رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بعض نِسَائِهِ وَهُوَ محرم .وَأخرجه الْبَيْهَقِىّ أَيْضا من حَدِيث عَلىّ بن عبد الْعَزِيز :حَدثنَا مُعلى بن أَسد إِلَى آخِره نَحوه.....عَن عَائِشَة :تزوج رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بعض نِسَائِهِ وَهُوَ محرم، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ محرم.....وَقَالَ الطَّحَاوِىّ :وَالَّذين رووا أَن النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم تزَوجهَا وَهُوَ محرم أهل علم، وَثَبت أَصْحَاب ابْن عَبَّاس سعيد بن جُبَير وَعَطَاء بن أبى رَبَاح وَطَاوُس وَمُجاهد وَعِكْرِمَةوَجَابِر بن زيد، وَهَؤُلَاء كلهم فُقَهَاء يُحتَج برواياتهم وآرائهم، وَالَّذين نقلوا مِنْهُم فَكَذَلِك أَيْضا مِنْهُم عَمْرو بن دِينَار وَأَيوب السّخْتِيَانِىّ وَعبد الله بن أبى نجيح فَهَؤُلَاءِ أَيْضا أَئِمَّة يقْتَدى برواياتهم.....والجواب عنِ الثانى:.....فَلفظ البُخَارِىّ :أَنه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم تزَوجهَا وَهُوَ محرم وَبنى بهَا وَهُوَ حَلَال، يدْفع هَذَا التَّفْسِير ويبعده .وَالْجَوَاب عَن الثَّالِث :وَهُوَ قَوْله بِأَن فعله معَارض إِلَى قَوْله :يرجح القَوْل، أَنه لَيْسَ مِمَّا اتّفق عَلَيْهِ الأصوليون، فَإِن فِيهِ خلافًا .وَالْجَوَاب عَن الرَّابِع :إِنَّه دَعْوَى فَيحْتَاج إِلَى برهَان .وَقَالَ الطَّبَرِىّ: الصَّوَاب من القَوْل عندنَا أَن نِكَاح الْمحرم فَاسد لحَدِيث عُثْمَان، رَضِى الله تَعَالَى عَنهُ، وَأما قصَّة مَيْمُونَة فتعارضت الْأَخْبَار فِيهَا۔(۳۰)

(۳۰)عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب نكاح المحرم، تحت الحديث ٥١١٤، ٦٧،٦٦،٦٥/١٤

یعنی، (علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں) میں حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دیئے گئے جوابات کے (رد میں) چار جوابات اپنے امام کے مذہب کی نصرت کے لئے دیتا ہوں.....پس پہلے کا جواب یہ ہے کہ اس بات کا کیسے حکم لگایا گیا کہ حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملے کو حضرتِ ابنِ عباس سے زیادہ جانتی ہیں اس حال میں کہ حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملے میں اور اس کے علاوہ میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرتبہ کو نہیں پہنچتیں؟ اور ساتھ اس کے کہ صحابہ کی جماعت سے روایت کیا گیا ہے جو کہ اس میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے موافق ہے اور یہی حضرتِ عبداللہ بن مسعود، حضرتِ انس بن مالک، حضرتِ ابو ہریرہ، حضرتِ عائشہ، حضرتِ معاذ اور اُبو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے ابن اُبی شیبہ اسے اپنی ''مصنف'' میں لائے: کہ ہمیں وکیع نے جریر بن حازم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا انہوں نے سلیمان اُعمش سے روایت کیا انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا اور انہوں نے حضرتِ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ محرم کو نکاح کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے، اور اسے امام طحاوی نے محمد بن خزیمہ سے روایت کیا انہوں نے حجاج سے روایت کیا ہے انہوں نے جریر بن حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے سلیمان اُعمش سے روایت کیا ہے انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ بے شک ابن مسعود محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے اور انس بن مالک کی حدیث اسے امام طحاوی لائے ہیں کہ ہمیں بیان کیا ہے روح بن فرج نے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ہے اُحمد بن صالح انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ابن اُبی فدیک نے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے بیان فرمایا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے انس بن مالک کو محرم

کو نکاح کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں کیا یہ بیع کی مثل نہیں اور یہ اسناد صحیح ہے اور حضرتِ اَبو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع ہے اسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ ہمیں سلیمان بن شعیب نے بیان کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خالد بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کامل اَبو العلاء نے ابو صالح نے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے اور انہوں نے حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا ہے اور اسی طرح امام طحاوی حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لائے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن خزیمہ نے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلّٰی بن اسد نے بیان کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اَبو عوانہ نے مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے انہوں نے اَبوالضحیٰ سے روایت کیا ہے انہوں نے مسروق سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا ہے اور اس حدیث کو امام بیہقی بھی علی بن عبد العزیز کی حدیث سے لائے ہیں کہ ہمیں بیان کیا معلّٰی بن اسد نے (اور) اس کے آخر تک پچھلی کے مثل ہے..... حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا ہے اور حالتِ احرام میں حجامہ فرمایا ہے..... اور امام طحاوی نے فرمایا کہ جنہوں نے حالتِ احرام میں نکاح کرنے کو ذکر فرمایا ہے تو وہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہلِ علم اصحاب ہیں (اور وہ) سعید بن جبیر، عطاء بن اَبی رباح، طاوس، مجاہد، عکرمہ، اور جابر بن زید ہیں اور یہ تمام ایسے فقہاء ہیں کہ جن کی روایات اور آراء سے حجّت پکڑی جاتی ہے اور جنہوں نے ان سے

نقل کیا ہے وہ ان ہی کی مثل ہیں (اور وہ) عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، عبد اللہ بن اَبی نجیح ہیں پس یہ بھی وہ ائمّہ ہیں کہ جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے..... دوسرے کا جواب..... پس بخاری کے لفظ "حضور علیہ السلام نے حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا اور آپ کو اپنے گھر لائے اس حال میں کہ آپ غیر محرم تھے" اور یہ تفسیر اس تاویل کو دفع کرتی ہے اور اسے بعید ٹھہراتا ہے اور تیسرے کا جواب یہ ہے کہ جمہور کا قول کہ حضور علیہ السلام کا فعل آپ کے قول کے معارض ہے تو قول کو ترجیح حاصل ہوگی بے شک یہ اُس میں سے نہیں کہ جس پر اصولیین کا اتفاق ہو بلکہ اس میں اختلاف ہے اور چوتھے کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی میں دلیل کی حاجت ہے اور امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک درست قول یہی ہے کہ محرم کا نکاح حضرتِ عثمان کی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے فاسد ہے اور بہر حال حضرتِ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصّہ تو اس میں تعارض ہے۔

باقی رہی بات رخصتی کی تو یہ جائز ہے کہ کیونکہ ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس فتوی میں "مختصر الطحاوی" کی ذکر کردہ عبارت میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ حالتِ احرام میں ہوتے ہوئے ہمبستری اور عورت کو بشہوت چھونا حرام ہے کیونکہ یہ ممنوعات احرام سے ہیں۔

چنانچہ علاّمہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: والجماع، ودواعیہ کالقبلة واللّمس والمفاخذة والمعانقة بشهوة۔(۳۱)

یعنی، حالتِ احرام میں جماع اور جماع کی طرف بلانے والے کام حرام ہیں جیسے

(۳۱) لباب المناسك وعباب المسالك، باب الإحرام: شرائط صحته وواجباته وسننه ومستحباته، فصل فی محرمات الإحرام، ص۹۶

بوسہ دینا، چھونا، رانوں پر جماع کرنا اور گلے لگانا (جب کہ آخری چاروں باتیں) شہوت کے ساتھ ہوں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٦ ربیع الآخر ١٤٤٠ھ۔ ١٣ دسمبر ٢٠١٨م FU-63

حالتِ احرام میں کریم لگنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالتِ احرام میں کسی الرجی کے مریض کو کریم لگانا ضروری ہو اور اس میں خوشبو بھی ہو تو کیا کرے اور اگر کسی نے حالتِ احرام میں کریم لگانے کے ارادے سے ہاتھ لگا یا پھر اسے یاد آ گیا یا کسی نے یاد دلا دیا کہ حالتِ احرام میں یہ ممنوع ہے اور اس نے لگائے بغیر ہی ہاتھ صاف کر لیے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: C/O مفتی عبدالرحمٰن، عزیزیہ، مکہ مکرمہ)

(السائل: ڈاکٹر محمد ساحل اشرفی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ۔صورتِ مسئولہ میں جاننا چاہیے کہ کریم میں موجود خوشبو دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو وہ آگ میں پکائی ہوئی ہوگی یا نہیں اول صورت میں اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ جب کسی شے کو آگ میں ڈال کر پکا لیا جائے تو اُس پر خوشبو کا حکم نہیں لگے گا اور دوسری صورت میں اگر خوشبو ملنے والی چیز سے زائد ہو تو غلبہ کا حکم ہوگا اگر چہ خوشبو ظاہر نہ ہو اور اگر خوشبو ملنے والی چیز سے زائد نہ ہو تو پھر غلبہ کا حکم نہ ہوگا اور یہ بات واضح رہے کہ غلبہ ہونے کی صورت میں دم لازم ہوگا ورنہ دم لازم نہ ہوگا بلکہ صدقہ کی ادائیگی کرنا واجب ہوگا۔

چنانچہ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: اعلم أن خلط

الطیب بغیرہ علی وجوهٍ؛ لأنه إمّا أن یخلط بطعامٍ مطبوخٍ أو لا ففی الأول لا حکم للطّیب سواء کان غالباً أم مغلوباً، وفی الثانی الحکم للغلبة: إن غلب الطیب وجب الدم، وإن لم تظهر رائحته کما فی "الفتح"، وإلّا فلا شیء علیه غیر أنه إذا وجدت معه الرائحة کره، وإن خلط بمشروب فالحکم فیه للطیب سواء غلب غیره أم لا غیر أنه فی غلبة الطیب یجب الدم، وفی غلبة الغیر تجب الصدقة إلا أن یشرب مراراً فیجب الدم۔(٣٢)

یعنی، تو جان کہ بے شک خوشبو کا ملنا چند وجوہات پر ہے کیونکہ یا تو اُسے پکے ہوئے کھانے کے ساتھ ملایا گیا ہوگا (یعنی اُسے کھانے میں ڈال کر پکایا گیا ہوگا) یا نہیں پس پہلی صورت میں خوشبو کا حکم نہیں ہے چاہے خوشبو غالب ہو یا مغلوب اور دوسری صورت میں (یعنی اگر کھانے میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو) اگر خوشبو غالب ہو تو غلبہ کا حکم ہے اور (اس صورت میں) دم واجب ہوگا اگر چہ اُس کی خوشبو ظاہر نہ ہو جیسا کہ ''فتح القدیر'' میں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں علاوہ اس کے کہ جب اُس کے ساتھ خوشبو پائی جائے تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے پینے والی چیزوں میں خوشبو ملائی تو اس میں خوشبو کا حکم ہے چاہے اُس کا غیر غالب ہو یا نہیں سوائے اس کے کہ خوشبو کے غالب ہونے میں دم واجب ہوگا اور غلبہ نہ ہونے میں صدقہ واجب ہوگا مگر یہ کہ وہ بار بار لگائے (تین بار یا اس سے زائد) تو دم واجب ہوگا۔

البتہ اگر کوئی ایسی کریم موضعِ زخم پر بطورِ دوا لگائے کہ جس میں بغیر پکی خوشبو ملی ہو تو اُسے دم کے بجائے صدقہ دینا ہوگا اگر چہ اُس میں موجود خوشبو غالب ہو۔

---

(٣٢) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: ولو جعله، ٣/٦٥٦

چنانچہ علاّمہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملاّ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(ولو تداوی بالطّیب)أی المحض الخالص (أو بدواء فیه طیب)أی غالب ولم یکن مطبوخاً لما سبق(فالتصق)أی الدواء (علی جراحته:تصدّق)أی إذا کان موضع الجراحة لم یستوعب عضواً أو أکثره(إلاّ أن یفعلَ ذلك مراراً فیلزمه دمٌ)لأن کثرة الفعل قامت مقام کثرة الطیب۔(۳۳)

یعنی، اگر کسی نے خالص خوشبو بطورِ دوا لگائی یا ایسی دوا لگائی کہ اُس میں غالب خوشبو ملی ہو اور پکی ہوئی نہ ہو(تو اگر) کسی نے اسے دوا کے طور پر اپنے زخم پر لگایا تو وہ صدقہ ادا کرے جبکہ اُسے خاص زخم کی جگہ لگایا ہو نہ کہ مکمل یا اکثر عضو کو(لیکن اگر) وہ یہ فعل بار بار کرے تو اُسے دم لازم ہوگا کیونکہ فعل کی کثرت بہت سی خوشبو کے قائم مقام ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة،٦ذوالحجة،١٤٣٩ھ۔١٧،أغسطس،٢٠١٨م FU-23

میقات

حائضہ جب احرام کی نیت سے میقات پر تلبیہ کہہ لے تو کیا حکم ہوگا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ’’ہندوستان‘‘ سے ’’مدینہ طیبہ‘‘ گئی اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد عمرہ کے ارادے سے ’’مکہ مکرمہ‘‘ روانہ ہوئی لیکن میقات آنے سے قبل ہندہ کو حیض آ گیا پھر جب ہندہ میقات پر پہنچی تو نہ اُس نے نماز پڑھی اور نہ ہی احرام باندھا لیکن اس نے تلبیہ پڑھ لی تو اب کیا ہندہ کو دم

(۳۳)لُباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب الجنایات وأنواعها،النوع الثانی:فی الطیب،ص ٤٥٢

دینا لازم ہوگا یا نہیں، واضح رہے کہ جب ہندہ ’’مکہ معظّمہ‘‘ شریف پہنچ گئی تو وہاں وہ کچھ دن رہنے کے بعد پاک ہوگئی تو اب کیا وہ عمرہ کرسکتی ہے یا نہیں برائے کرم جلد از جلد اس کا جواب عطا فرمائیں؟ (السائل:محمد نذیر برکاتی نیپالی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اگر ہندہ نے احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ کہا تھا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اس سبب سے وہ احرام والی ہوگئی، لہٰذا ہندہ کو چاہیے کہ وہ پاک ہوجانے کے بعد اسی احرام کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کرے۔ لیکن اگر ہندہ نے میقات پر احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ نہیں کہا تھا تو وہ احرام والی نہ ہوئی، لہٰذا ہندہ پر توبہ کے ساتھ دو میں سے ایک کام کرنا لازم ہے اور وہ یہ کہ ہندہ مواقیت میں سے کسی بھی میقات کی جانب لوٹ کر احرام باندھے اور اس کے بعد پاکی کی حالت میں عمرہ کرے یا پھر میقات تجاوز کرنے کے سبب سے دم کی ادائیگی کرے اور پاک ہوجانے کے بعد عمرہ بھی کرے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملاّ علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(من جاوز وقته غیرَ محرم)......(ثم أحرم)أی بعد المجاوزة(أو لا)أی لم یحرم بعدها(فعلیه العود)أی فیجب علیه الرجوع(إلی وقت)أی إلی میقات من المواقیت (وإن لم یعد)أی مطلقاً(فعلیه دم)أی لمجاوزة الوقت۔(٣٤)

یعنی، جس نے اپنی میقات سے بلا احرام تجاوز کیا تو اُس نے میقات تجاوز کرکے احرام باندھا ہوگا یا نہیں دونوں صورتوں میں اُس پر مواقیت میں کسی ایک میقات کی طرف

(٣٤)لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب المواقیت،فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام،ص١١٨۔ ١١٩

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

لوٹنا واجب ہوگا اور اگر وہ مطلقاً نہ لوٹے تو اُس پر میقات سے تجاوز کرنے کے سبب سے دم لازم ہوگا۔

لیکن افضل یہ ہے کہ جس میقات کو بغیر احرام کے تجاوز کیا ہو تو اُسی کی جانب لوٹ کر احرام باندھا جائے تا کہ عین کو مثل کے ذریعے پانا لازم نہ آئے۔

چنانچہ علّامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لکن الأفضل أن یحرم من میقاته ذلك لیکون مستدرك العین بالعین، لا العین بالمثل، فکان أفضل۔(۳۵)

لیکن افضل یہ ہے کہ وہ اُسی میقات سے احرام باندھے تا کہ عین کا پانا عین کے ساتھ ہو جائے نہ کہ عین کا پانا مثل کے ساتھ ہو پس یہ افضل ہے۔

اور جب ہندہ مواقیت میں سے کسی بھی میقات (جیسے طائف کی جانب دوسروں کے مقابلے میں قریب ہی دو میقات ہیں ایک "وادی محرم" دوسری "السیل الکبیر") سے لوٹنے کے بعد وہاں سے احرام باندھ لے گی تو اس پر لازم آنے والا دم بالاجماع ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ قاضی ومفتی مکہ مکرمہ امام أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ولو جاوز المیقات ولم یحرم حتی عاد وأحرم منه سقط عنه الدم بالإجماع۔(۳۶)

یعنی، اگر کسی نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا یہاں تک کہ وہ لوٹا اور اُس

(۳۵) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلك، فصل فی أحکام مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ۱/۳۱۰۔۳۱۱

(۳۶) البحر العمیق، الباب السادس: فی المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ۱/۶۲۰

نے میقات سے احرام باندھ لیا تو بالاجماع اُس سے دم ساقط ہو گیا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت ۱۰ جمادی الأول ۱۴۴۰ھ۔ ۱۵ فروری ۲۰۱۸م FU-10

بلا احرام میقات تجاوز کر کے عمرہ ادا کئے بغیر آفاق لوٹ جانے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم عمرہ کر چکا پھر میقات سے باہر گیا اور واپسی پر حج یا عمرہ کے ارادے کے بغیر بلا احرام حرم میں آیا یعنی اُس نے نہ عمرہ کا احرام باندھا اور نہ ہی عمرہ کیا اس وجہ سے کہ اس کی طبیعت صحیح نہ تھی اس کے لیے چلنا مشکل تھا، پھر اپنے وطن چلا گیا، اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا دم لازم ہوگا اور عمرہ بھی کرنا ہوگا؟ (السائل: ڈاکٹر محمد ساحل شکروی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں مذکور محرم چونکہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کر کے مکہ مکرمہ آیا اور اس کے بعد بغیر عمرہ ادا کئے اپنے وطن لوٹ گیا تو اس پر عمرہ کی قضاء کے ساتھ ساتھ دم بھی لازم ہوگا۔ کیونکہ حرم کو جانے والا جب میقات سے گزرتا ہے تو اُس پر حج یا عمرہ میں سے ایک نسک لازم آ جاتی ہے۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے: إِذَا دَخَلَ الْآفَاقِيُّ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ وَهُوَ لَا يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَعَلَيْهِ لِدُخُولِ مَكَّةَ إِمَّا حَجَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ۔(۳۷)

یعنی، جب آفاقی مکہ میں بغیر احرام کے اس حال میں داخل ہو کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اُس پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ لازم ہوگا۔

پس جب کوئی شخص بلا احرام مکہ مکرمہ آ گیا اور اُس نے حج یا عمرہ بھی ادا نہ کیا اور چلا

(۳۷) الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب العاشر: فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ۱/۲۵۳

گیا تو اُس نے حج یا عمرہ کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس پر اس کی قضاء لازم آئی اور وہ احرام باندھے بغیر میقات سے گزر کر مکہ مکرمہ آیا تو اُس نے میقات کے حق کو بھی چھوڑا جس کی وجہ سے اُس پر ایک دم لازم آیا کیونکہ مکہ مکرمہ جانے والے کو میقات سے بلا احرام گزرنا جائز نہیں اگر گزر جائے گا تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہو جائے گا۔

چنانچہ علاّمہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:
لـمـا حرمت عليه المجاوزة بغير إحرام لزمه ما يلزمه بالإحرام ، وذلك حجة أو عمرة۔(۳۸)

یعنی، جب کسی پر بغیر احرام کے میقات سے گزرنا حرام کیا گیا ہے تو اُسے وہ لازم ہوگا جو اُسے احرام باندھنے کے سبب سے لازم ہوتا ہے اور یہ حج یا عمرہ ہے۔

ہاں اگر ایسا شخص کسی بھی میقات کی جانب حالتِ احرام کے بغیر لوٹ جاتا پھر وہیں عمرہ کا احرام باندھ لیتا تو اُس پر لازم آنے والا والا دم بالا جماع ساقط ہو جاتا۔ اور اگر ایسا شخص حل یا حرم سے احرام باندھ کر لوٹتا ہے تو امامِ اعظم کے نزدیک میقات پر جاکر تلبیہ کہنے سے جبکہ صاحبین کے نزدیک صرف میقات کو لوٹ جانے سے لازم آنے دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علاّمہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں: فإذا فات يجب عليه القضاء ويجب الدم لترك حق الوقت وهو التلبية لما مر.(۳۹)

(۳۸) المسالك فی المناسك ، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلك ، فصل فی أحكام مجاوزة المیقات بغیر إحرام ،۱/۳۱۰۔۳۱۱

(۳۹) المسالك فی المناسك ، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلك ،فصل فی أحكام مجاوزة المیقات بغیر إحرام ،۱/۳۱۰۔۳۱۱

چنانچہ علاّمہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں: فـإن عـاد إلى الميقات وأحرم ولبى سقط عنه الدم خلافاً لهما على ما يأتي ، سواء أتى ذلك الميقات بعينه أو ميقاتاً آخر ،كيف ما كان في ظاهر الرواية ، لأنه ترك ميقاته إلى مثله ، فيجوز لكن الأفضل أن يحرم من ميقاته ذلك ليكون مستدرك العين بالعين ، لا العين بالمثل ، فكان أفضل۔(۴۰)

پس اگر وہ میقات کی طرف لوٹ گیا اور احرام باندھ لیا اور تلبیہ کہہ لیا تو اُس سے دم ساقط ہو گیا بر خلاف صاحبین کے اس پر کہ جو آئے گا (اور) برابر ہے کہ یہ (لوٹنے والا) اُسی میقات کو آئے (جس سے تجاوز کیا ہے) یا دوسری میقات کو اور ظاہر الروایہ کے مطابق جیسے بھی ہو (یعنی اپنی میقات کو آئے یا دوسری کو) ہے کیونکہ اُس نے اپنی میقات کو اس کی مثل کی طرف چھوڑا ہے لہٰذا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ وہ اُسی میقات سے احرام باندھے تا کہ عین کا پانا عین کے ساتھ ہو جائے نہ کہ عین کا پانا مثل کے ساتھ ہو پس یہ افضل ہے۔

یعنی، پس جب یہ (حج یا عمرہ) فوت ہو جائے تو اُس پر قضاء لازم آتی ہے اور میقات کے حق کو چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم آتا ہے اور وہ (میقات کا حق میقات سے حج یا عمرہ کے احرام کی نیت سے) تلبیہ (کہنا) ہے جیسا کہ (پہلے) گزرا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۴، ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ۔ ۴ سبتمبر ۲۰۱۸م

FU-46

(۴۰) المسالك فی المناسك ، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلك ،فصل فی أحكام مجاوزة المیقات بغیر إحرام ،۱/۳۱۰۔۳۱۱

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

بلا احرام میقات سے گزرنے والے پر سے دم کیسے ساقط ہوگا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بلا احرام میقات سے تجاوز کر جائے تو کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ جس کے سبب سے لازم آنے والا دم ساقط ہو جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اگر ایسا شخص مواقیت میں سے کسی میقات کی طرف لوٹ کر وہاں احرام باندھ لیتا ہے تو ایسی صورت میں اُس پر لازم آنے والا دم بالاجماع ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ قاضی ومفتی مکہ مکرمہ امام أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ولو جاوز المیقات ولم یحرم حتی عاد وأحرم منه سقط عنه الدم بالإجماع ۔(۴۱)

یعنی، اگر کسی نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا یہاں تک کہ وہ لوٹا اور اُس نے میقات سے احرام باندھ لیا تو بااجماع اُس سے دم ساقط ہوگیا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (من جاوز وقته غیرَ محرم) أی میقاته الذی وصل إلیه سواء کان میقاته الموضع المعین له شرعاً أم لا (ثم أحرم) أی بعد المجاوزة (أو لا) أی لم یحرم بعدها (فعلیه العود) أی فیجب علیه الرجوع (إلی وقت) أی إلی میقات من المواقیت (وإن لم یعد) أی مطلقاً (فعلیه دم) أی لمجاوزة الوقت ۔(۴۲)

(۴۱) البحر العمیق، الباب السادس: فی المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ۶۲۰/۱

(۴۲) لباب المناسک وشرحه المسلک المتقسط، باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ص۱۱۸۔۱۱۹

یعنی، جس نے اپنی میقات سے بلا احرام تجاوز کیا یعنی اُس میقات سے کہ جس کی طرف پہنچا تو برابر ہے کہ اُس کی میقات اُس کے لیے شرعی اعتبار سے معین جگہ ہو یا نہ ہو، پھر اُس نے تجاوز کرنے کے بعد احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اُس پر مواقیت میں کسی ایک میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا اور اگر وہ مطلقًا نہ لوٹے تو اُس پر میقات کو تجاوز کرنے کے سبب سے دم لازم ہوگا۔

اور یہ بات واضح رہے کہ اگر کوئی آفاقی بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حج اور عمرہ کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اُس پر مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حج اور عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا: إذَا دَخَلَ الْآفَاقِیُّ مَکَّةَ بِغَیْرِ إحرَامٍ وَهوَ لا یُرِیدُ الْحَجَّ وَالْعُمرَةَ فَعَلَیهِ لِدُخُول مَکَّةَ إمَّا حَجَّةٌ أَو عُمرَةٌ ۔(۴۳)

یعنی، آفاقی جب مکہ مکرمہ اس حال میں داخل ہوا کہ اس کا حج یا عمرہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا تو اس پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ لازم ہے۔

اور اگر کوئی شخص بغیر احرام کے میقات کو تجاوز کرتے وقت عمرہ کا ارادہ رکھتا تھا تو یہ دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اُس نے میقات کے اندر آ کر باندھا ہوگا یا پھر میقات کی طرف لوٹ کر احرام باندھا ہوگا پس اگر وہ میقات کی طرف لوٹا ہے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو وہ حالتِ احرام ہی میں لوٹا ہوگا یا نہیں پہلی صورت میں اِمامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اگر وہ میقات پر لبیک کہہ لیتا ہے تو دم ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ میقات

(۴۳) الفتاوی الهندیة، کتاب المناسک، الباب العاشر: فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ۲۵۳/۱

کے اندر احرام باندھ کر میقات کو لوٹتا ہے اور وہاں لبیک نہیں کہتا تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دم ساقط نہ ہوگا لیکن صاحبین (اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اِمام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نزدیک دونوں صورتوں میں (یعنی لبیک کہا ہو یا نہیں) لازم آنے والا دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَمَن جَاوزَ الْمِيقَاتَ وَهُو يُرِيد الْحجَّ وَالْعُمْرَةَ غيرَ مُحرِمٍ فَلا يَخْلُو إمَّا أَنْ يَكُون أَحْرمَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ أَوْ عَاد إلَى الْمِيقَاتِ ثمَّ أَحْرَمَ فَإِنْ أَحرَمَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ يُنْظَرُ إنْ خَاف فَوْتَ الْحَجِّ مَتى عَادَ فَإِنَّهُ لايَعُودُ وَيَمْضى فِی إحْرَامِهِ وَلَزِمَهُ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ لَا يَخاف فَوَاتَ الْحجِّ فَإِنَّهُ يَعُود إلَى الْوَقْت وَإِذَا عَادَ إلَى الْوَقْت فَلَا يَخْلُو إمَّا أَنْ يَكُون حَلالا أَوْ مُحْرِمًا فَإِنْ عَادَ حَلالًا ثُمَّ أَحْرَم؛ سَقط عَنْهُ الدَّمُ وَإِنْ عَاد إلَى الْوَقْت مُحرِمًا قالَ أَبو حَنِيفَةَ -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعالَى إنْ لَبَّى سَقطَ عَنْه الدَّمُ وَإِنْ لَمْ يُلَبِّ لَا يَسْقطُ وَعِنْدَهمَا يَسْقطُ فِی الْوَجهَيْنِ۔(٤٤)

یعنی، جو میقات بغیر احرام کے اس حال میں تجاوز کرے کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو تو یہ (دو حال سے) خالی نہ ہوگا یا تو اُس نے میقات کے اندر احرام باندھا ہوگا یا پھر میقات کی طرف لوٹ کر احرام باندھا ہوگا پس اگر اُس نے میقات کے اندر احرام باندھا ہے تو دیکھا جائے گا اگر اُسے لوٹنے پر حج کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ نہ لوٹے اور اُسی احرام میں ارکان کی ادائیگی کرے اور اُسے دم لازم ہوگا اور اگر اُسے حج کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو وہ میقات کی طرف لوٹے اور جب وہ میقات کی طرف لوٹ جائے گا تو وہ (دو حال سے) خالی نہ ہوگا یا تو غیر محرم ہوگا یا محرم تو اگر وہ بغیر احرام کے لوٹ کر پھر

(٤٤)الفتاوی الهندية، كتاب المناسك ،الباب العاشر:فی مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ٢٥٣/١

احرام باندھے تو اس سے دم ساقط ہو جائے اور اگر وہ میقات کی طرف حالتِ احرام میں لوٹا ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اُس نے (میقات پر) لبیک کہہ لیا تو اُس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر لبیک نہیں کہا تو دم ساقط نہ ہوگا اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ) کے نزدیک دونوں صورتوں میں دم ساقط ہو جائے گا۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ١٧، ذوالحجة، ١٤٣٩ھ۔ ٢٨ أغسطس ٢٠١٨م FU-39

حج

حج کے بعد دو دن آنے والے خون کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عورت کے کو اگر عادت کے مطابق حیض آتا ہے اور وہ دس دن تک رہتا ہے۔ لیکن اس بار اُسے حج کے بعد دو دن خون آ کر بند ہو گیا تو اُس کے لیے کیا حکمِ شرع ہوگا؟

(سائل: c/o مفتی عبد الرحمٰن، عزیزیہ، مکہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: ۔صورتِ مسئولہ میں چونکہ عورت کو دو دن خون آ کر بند ہو گیا ہے تو اس کے لیے حکمِ شرع یہ ہے کہ اگر وہ خون کے بند ہو جانے کے وقت سے پندرہ دن مکمل ہونے تک حیض کی اقل مدت کے بعد خون بالکل بھی نہیں دیکھتی تو یہ دو دن آنے والا خون حیض شمار نہ ہوگا۔

چنانچہ شیخ محمد بن پیر علی برکوی متوفی ۹۸۱ھ اور علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: حتی نقص عن اثنين و سبعين ساعة بلحظة(ثم)دام الانقطاع

(ولم تر دماً إلى تمام خمسةعشر يوماً لم يكن حيضاً)أما لو عاد قبل تمام خمسة عشر من حين الانقطاع بأن عاد في اليوم العاشر أو قبله كان كلّه حيضاً وإن بعده كانت العشرة فقط حيضاً أو أيام العادة فقط لو معتادة لأن الطهر الناقص كالدم المتوالي۔(٤٥)

یعنی،(خون) یہاں تک کہ بہتر (۷۲) گھنٹے سے ایک لمحہ بھی کم ہو پھر خون منقطع ہوجائے اور وہ خون کو پندرہ دن کے مکمل ہونے تک نہ دیکھے تو وہ حیض نہ ہوگا بہرحال اگر خون وقت انقطاع سے پندرہ دن مکمل ہونے سے قبل لوٹ آئے بایں طور پر کہ وہ دسویں دن میں لوٹ آئے یا اس سے قبل تو وہ مکمل حیض ہوگا اگرچہ اس کے بعد بھی ہو (یعنی جاری رہے) فقط دس دن حیض (شمار) ہوگا یا اگر وہ عادت والی ہو تو فقط عادت کے دن (حیض شمار ہوگا) کیونکہ طہر ناقص پے درپے آنے والے خون کی طرح ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جب ہی حَیض ہو بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حَیض ہے۔(٤٦)

اور ہم نے دو دن آنے والے خون کو حیض شمار نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض کا خون تین دن اور تین راتوں سے کم نہیں ہوتا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:أقلُّ الحَيضِ ثَلاثَة أيّامٍ، وأكثره عشرةُ أيّامٍ(٤٧)۔

اس حدیث شریف میں کلمۂ ایّام مذکور ہے جو کہ یوم کی جمع ہے اور یوم

(٤٥)مجموعة رسائل ابن عابدين،الرسالة الرابعة،١/٧٧

(٤٦)بہارشریعت، کتاب الطهارة،حيض كابيان،١/٣٧٢

(٤٧) سُنَن الدار قطني، كتاب الحيض،برقم:٨٣٦،١/٢٢٥

چوبیس (۲۴) گھنٹوں پر مشتمل ہے۔تو جب ایک یوم کی مدّت چوبیس گھنٹے ہے اور اس حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حیض کی کم از کم مدّت تین دن اور تین راتیں ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حیض کی کم از کم مدت گھنٹوں کے لحاظ سے بہتّر (۷۲) گھنٹے ہے۔

چنانچہ علامہ محمد بن ولی بن رسول ازمیری حنفی متوفی ۱۱۶۵ھ "ملتقى الأبحر" کی عبارت "وما نقص عن أقلّه" کے تحت لکھتے ہیں:وهو اثنان وسبعون ساعة۔(٤٨)

یعنی،وہ (اقل مدّت) بہتّر (۷۲) گھنٹے ہے۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: حَیض کی مدت کم سے کم تین دن تین راتیں یعنی پورے ۷۲ گھنٹے، ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حَیض نہیں اور زِیادہ سے زِیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔(٤٩)

تو ثابت ہوا کہ جو خون تین دن سے کم آئے پھر وہ وقتِ انقطاع سے پندرہ دن مکمل ہونے تک نہ دیکھا جائے تو وہ حیض قرار نہ دیا جائے گا بلکہ اُسے اصطلاحِ شریعت میں استحاضہ سے تعبیر کیا جائے گا۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء،١٤،ذوالحجة١٤٣٩ھ۔٢٥:أغسطس٢٠١٨م

FU-34

عمرہ اپنی طرف سے کر کے حج غیر کی طرف سے کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اور اس نے عمرہ تو اپنی طرف سے کیا اور جب حج کا احرام باندھا تو اپنے مرحوم باپ کی طرف سے باندھا یعنی ایک ہی سفر میں عمرہ اپنی طرف سے اور حج

(٤٨)كمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، باب الحيض، ١/٢١٩

(٤٩) بہارشریعت، کتاب الطهارة،حيض كابيان،١/٣٧٢

دوسرے کی طرف سے کیا تو ایسا کرنے والے پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ایسا کرنا جائز ہے اور ایسا کرنے والے پر کچھ لازم بھی نہ آئے گا۔

چنانچہ علّامہ ابو منصور محمد بن کرم حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ولو اعتمر عن نفسه من الميقات ثم حج عن غيره من مكة، أو حج عن نفسه من الميقات، ثم اعتمر عن غيره من أدنى الحلّ يجوز ولا يجب عليه شيء۔(۵۰)

یعنی، اگر میقات سے اپنی طرف سے عمرہ کیا پھر مکہ مکرمہ سے حج اپنے غیر کی طرف سے کیا یا میقات سے اپنی طرف سے حج کیا پھر قریبی حِل سے عمرہ اپنے غیر کی طرف سے کیا تو جائز ہے اور اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۵، ذو الحجه ۱۴۳۹ھ۔۱۶، أغسطس، ۲۰۱۸م FU-21

مدینہ منورہ سے حجِ قران کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دینے پر حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے پاکستان سے مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کیا پھر شیڈول کے مطابق ہم لوگ مدینہ طیبہ چلے گئے وہاں سے واپسی پر حج کے دن قریب تھے اور میں نے ذوالحلیفہ سے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ لیا عزیزیہ آگئے ہمارے گروپ میں منی روانگی سے دو روز قبل گروپ والوں نے ایک عالمِ دین کو حج تربیت کے لیے بلوایا تھا تربیت کے بعد میں نے یا میرے بارے میں کسی

(۵۰) المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی العمرة علی سبیل الانفراد، ۱/۶۲۰

نے اُن سے پوچھ لیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ تمہارا قران نہیں ہوا جلدی سے جا کر احرام کھول دو اور میں نے اُن کے کہنے پر حلق کروایا اور احرام کھول دیا مجھے ابھی دس گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ ہمارے ایک ساتھی نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے احرام کھولنے سے منع فرمایا ہے برائے مہربانی میری رہنمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں جبکہ مجھے ابھی سلے ہوئے کپڑے پہنے ابھی صرف دس گھنٹے گزرے ہیں نہ سویا ہوں نہ سر ڈھکا ہے؟

(السائل: محمد یاسر اوکاڑہ، حال: عزیزیہ، مکہ مکرمہ، کاروان حنفی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ۔صورتِ مسئولہ میں مذکور شخص پر دو دم لازم آئیں گے کیونکہ اُس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اُس کے لیے قاعدہ ہے کہ قارن جو جرم احرام پر کرے گا اُس میں اُس پر دو جزائیں لازم آتی ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن غزی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: كلّ ما على المفرد به دمٌ بسبب جنايته على إحرامه فعلى القارن دمان و كذا الحكم فی الصدقة۔ (۵۱)

یعنی، جس قصور میں احرام پر جنایت کے سبب سے تنہا مفرد بالحج پر ایک دَم واجب ہوتا ہے تو اس فعل میں قارن پر دو دَم واجب ہوتے ہیں (ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا) ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں۔

اس کے تحت علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: يعني بفعل شيءٍ من محظوراته لا مطلقاً، إذ لو ترك واجباً من واجبات الحج أو قطع نبات الحرم لم يتعدّد الجزاء، لأنه ليس جناية على الإحرام۔(۵۲)

(۵۱) تنویر الأبصار مع شرحه للحصكفی، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ۱۷۰

(۵۲) الدّر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ۱۷۰

یعنی، جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ کہ مطلقاً (ہر طرح کی جنایت سے) کیونکہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُس پر جزائیں متعدد نہ ہوں گی اس لئے کہ جنایت احرام پر نہیں۔

یاد رہے کہ دم سرزمینِ حرم کے ساتھ خاص ہے چاہے دمِ شکر ہو یا دمِ جبر۔

چنانچہ شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: هر دمے که واجب شُده ذبح آن در حج و عمره چنانکه دَم قران و تمتّع و جنایت ودَم مجاوزۂ ازمیقات ودَم احصار، پس مکان أو حرم است هر جا که باشد از حرم و همیں است حکم دَم تطوّع۔ (۵۳)

یعنی، ہر دَم کہ جس کا ذبح کرنا حج وعمرہ میں واجب ہو جیسے دَم قران و تمتُّع اور دَم جنایت، اور میقات سے گزرنے کا دَم اور دَم اِحصار، پس اس (کے ذبح) کی جگہ حرم ہے، حرم کی کوئی بھی جگہ ہو اور یہی حکم ہے نفلی دَم کا۔

اور دس گھنٹوں تک سلے ہوئے کپڑے پہننے کی وجہ سے دو صدقے لازم آئے کیونکہ اس نے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھا ہے ایک صدقہ حج کے احرام کی وجہ سے اور دوسرا عمرہ کے احرام کی وجہ سے

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: فإذا لبس مخيطاً يوماً كاملاً ،أو ليلةً كاملةً فعليه دم ،وفی أقلّ من يومٍ أو ليلةٍ صدقةٌ ،وكذا لو لبس ساعة فصدقة ،وفی أقلّ من ساعة قبضة من برّ۔(۵٤)

(۵۳)حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب هشتم، دربیان آنچه متعلق است از مناسك منی، فصل چهارم در بیان مسائل متعلقه بمکان ذبح هدایا و زمان آن، ص۲۰٤

(۵٤)لباب المناسك و عباب المسالك،باب الجنايات، النوع الأول:فی حكم اللبس،ص۱۹۳

یعنی، پس جس نے مکمل دن (صبحِ صادق تا غروبِ آفتاب) یا مکمل رات (بعدِ غروبِ آفتاب تا صبحِ صادق) سلا ہوا کپڑا پہنا تو اُس پر دم لازم ہوگا اور دن یا رات سے کم پہننے میں صدقہ لازم ہوگا، اور اسی طرح حکم ہے اگر ایک گھڑی بھر پہنا ہو اور ایک گھڑی سے کم پہننے میں مٹھی بھر گندم دینا لازم ہوگا۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں: إِذَا لَبِسَ الْمُحْرِمُ الْمَخِيطَ عَلَى الْوَجْهِ الْمُعْتَادِ يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَصَدَقَةٌ۔ (۵۵)

یعنی، جب محرم نے سلے ہوئے کپڑے عادۃً صورت (جس طرح عام طور پر پہنتے ہیں) پر دن (صبحِ صادق تا غروبِ آفتاب) سے رات (بعدِ غروبِ آفتاب تا صبحِ صادق) تک پہنے تو اُس پر دم لازم ہے اور اگر اس سے کم پہنے تو تو صدقہ دینا لازم ہے۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مُحرِم نے سِلا کپڑا چار پہر کامل (یعنی پورے بارہ گھنٹے) پہنا تو دَم واجب ہے اور اس سے کم تو صدقہ اگرچہ تھوڑی دیر پہنا۔ (۵٦)

بہارِ شریعت کی عبارت میں چار پہر کا ذکر ہوا اس سے مراد ایک دن (صبحِ صادق تا غروبِ آفتاب) یا ایک رات (بعدِ غروبِ آفتاب تا صبحِ صادق) یا دوپہر سے آدھی رات یا پھر آدھی رات سے دوپہر تک کی مقدار ہے۔

چنانچہ ''فتاویٰ رضویہ'' کے حاشیہ میں ہے: چار پہر سے مراد ایک دن یا ایک رات کی مقدار ہے، مثلاً طلوع سے غروب یا غروب سے طلوع یا دوپہر سے آدھی رات یا آدھی

(۵۵)الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الفصل الثانی فی اللبس، ۲٤۲/۱

(۵٦)بہارِ شریعت، حج کا بیان، جرم اوران کے کفارے، سلے کپڑے پہننا، ۱۱۶۷/۱

رات سے دوپہر تک۔(۵۷)

باقی رہا مدینہ منورہ سے حجِ قران کا احرام تو وہ درست ہے اور اس پر ''فتاوی حج وعمرہ'' میں ایک سے زائد فتاوی مذکور ہیں مزید یہ کہ علامہ طاہر سنبل حنفی نے ''نزهة المشتاق فی حلّ عمرة المکی والملحق به من الآفاق'' کے نام سے ایک مفصل رسالہ تحریر کیا جسے علامہ قاضی فقیہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نے ''المسلك المتقسط'' پر اپنے حاشیہ میں نقل کیا۔

چنانچہ علامہ طاہر سنبل حنفی لکھتے ہیں: وکذا المکی ومن فی معناه إذا وصل إلی الطائف مثلاً فإنه یصیر حکمه فی حال الإحرام کحکمهم، فله أن یدخل إلی مکة فی الأشهر بعمرة، وله أن یقرن، کما صرّح به کثیر من أهل المعتبرات، ففی ''المبسوط'' فی باب المواقیت بعد أن ذکر أنه لا یتمتع المکی ومن وراء المیقات ولا یقرن قال :إلا أن المکی إذا کان بالکوفة، فلما انتهی إلی المیقات قرن بین الحج والعمرة وأحرم بهما، صح ویلزمه دم القران، لأن صفة القِران : من یکون حجته وعمرته میقاتیتین یحرم بهما جمیعاً معاً، وجدت هنا فی حق المکی فقوله:''إذا کان بالکوفة ''فیه إشارة إلی أنه لم یخرج من مکة لأجل القِران. وقوله:'' ویلزمه دم القران ''صریح فی أن قرانه یکون مسنوناً، ولا یکون منهیاً عنه، وذلك لما مرّ أن مَن وصل إلی موضع علی وجه مشروع ،کان حکمه حکم أهله.وقوله :من یکون حجته وعمرته میقاتیتین أی علی وجه مشروع، وذلك لا یکون إلا للآفاقی ومن ألحق به،

(۵۷)حاشیہ فتاوی رضویه، کتاب الحج،باب الجنایات فی الحج ،رساله انوار البشاره فی مسائل الحج والزیارة، ۱۰/۷۵۷،مطبوعة:رضافاؤنڈیشن،لاهور،اشاعت: ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶م

كالمكي الواصل إلى الآفاق لا لأجل القران۔(۵۸)

یعنی، اسی طرح مکی اور جو اس کے معنی میں ہے مثلاً جب وہ طائف پہنچا تو احرام کے لیے اس کا حکم اُن کے حکم کی مثل ہے، تو اُسے اشہرِ حج میں عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اور اسے قران کا احرام جائز ہے جیسا کہ کثیر اہلِ معتبرات نے اس کی تصریح کی ہے پس ''مبسوط'' کے ''باب المواقیت'' میں یہ ذکر کرنے کے بعد ''کہ مکی اور جو مواقیت کے اندر ہے نہ تمتع کرے گا اور نہ قران'' فرمایا مگر مکی جب کوفہ میں ہو پس جب وہ میقات پر پہنچا تو اُس نے حج اور عمرہ کے مابین قران کیا اور ان دونوں کا احرام باندھ لیا تو اُس کا احرام درست ہو گیا اور اُسے قران کا دم لازم ہو گیا کیونکہ قران یہ ہے کہ جس کا حج اور عمرہ دونوں میقاتی ہوں وہ ان دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے جو یہاں مکی کے حق میں پایا جاتا ہے، پس ''مبسوط'' کا قول کہ جب کوفہ میں ہو' اس میں اشارہ ہے کہ وہ مکہ سے قران کے لیے نہ نکلا ہوا اور ان کا قول کہ ''تو اُسے قران کا دم لازم ہے'' یہ اس بات میں صریح ہے کہ اُس کا قران مسنون ہو گا اور یہ ممنوع نہ ہو گا، اور وہ اس لیے کہ جو گزرا کہ جو شخص ایسی جگہ مشروع وجہ پر پہنچ گیا تو اس کا حکم وہاں کے لوگوں کی مثل ہو گا اور ان کا قول کہ ''جس کا حج اور عمرہ دونوں میقاتی ہوں'' یعنی مشروع وجہ پر، اور یہ نہیں ہو سکتا مگر آفاقی کے لیے اور جو آفاقی کے حکم میں ہیں جیسے مکی کہ جو آفاق (کسی کام سے) پہنچا ہو نہ کہ حجِ قران کے لیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے پاکستانی کا حجِّ قِران درست اور مسنون ہو گا جو اشہرِ حج میں مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ کے بعد شیڈول کے مطابق مدینہ طیبہ گیا وہاں سے واپسی پر اُس نے

(۵۸) نزهة المشتاق فی حل عمرةالمکی والملحق به من الآفاق، فی ضمن إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری،باب التمتع ،فصل فی تمتّع المکی تحت قوله: فمن تمتع منهم کان عاصیاً ..... إلخ، ص۳۹۱-۳۹۲

میقات سے قران کا احرام باندھا۔

جواز اور عدمِ جواز کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ طاہر سنبل مکی حنفی لکھتے ہیں: يقول العبد الضعيف:ويمكن الجمع بين الروايتين بأنه إن خرج إلى الكوفة مثلاً في الأشهر قاصداً القران لا يجوز قرانه، لخروجه للإحرام على وجه غير مشروع، وإن خرج لحاجة ثم رجع فلما انتهى إلى الميقات أراد القران، فإنه يصح قرانه، لأنه لما وصل إلى الآفاق لا لأجل الإحرام فقد وصل إليها على وجه مشروع، فإنه لا مانع من خروجه لحاجته، فجاز له القِران لأنه صار ملحقاً بهم ،بخلاف ما إذا خرج على وجه غير مشروع بأن خرج لأجل الإحرام قاصداً ترك ميقاته، فإنه لا يلحق بهم كمامرّ۔(٥٩)

یعنی، بندۂ ضعیف کہتا ہے: دو روایتوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ مثلاً جب کوئی اشہرِ حج میں حجِ قران کا ارادہ کرتے ہوئے کوفہ جائے تو اُس کا قران احرام کے لیے غیر مشروع وجہ پر نکلنے کی وجہ سے درست نہ ہوگا اور اگر وہ حاجت کی وجہ سے نکلا پھر وہ میقات پر پہنچا تو اُس نے قران کا ارادہ کیا تو اُس کا قران صحیح ہوگیا کیونکہ جب وہ آفاق کی طرف پہنچا نہ کہ احرام کے لیے تو تحقیق وہ اس کی طرف مشروع وجہ پر پہنچا ہے تو اُس کا کسی حاجت کے لیے نکلنا منع نہیں ہے پس اُس کے لیے قران جائز ہوگا کیونکہ وہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ (حکم میں) ملحق ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ کسی غیر مشروع وجہ پر نکلے بایں طور کہ احرام کے لیے نکلے اور اپنی میقات کو چھوڑنے کا قصد رکھتا ہو تو (اس صورت میں) وہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ (حکم میں) ملحق نہ ہوگا جیسا کہ گزرا۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

(٥٩)نزهة المشتاق في حلّ عمرة المكي والملحق به من الآفاق، في ضمن إرشاد الساري إلى مناسك الملاّ على القاري،باب التمتّع ،فصل في تمتّع المكي تحت قوله:فمن تمتّع منهم كان عاصياً .....إلخ، ص٣٩٣-٣٩٤

يوم السبت،٧،ذو الحجة١٤٣٩ھ-١٨أغسطس ٢٠١٨م FU-25

حلّی کے حجِّ تمتع کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حلّی اگر حجِ تمتُّع کرنا چاہے تو کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟

(الف): اگر وہ میقات سے باہر ایام حج میں نکلتا ہے تو کیا اس پر آفاقی کے احکام ہوں گے اور وہ ہر قسم کا حج کرسکتا ہے؟ (السائل: اقبال ضیائی، المدینۃ المنورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں حِلّی کا وہی حکم ہے جو مکّی کا ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا: أُهل المواقيت ومن دونها إلى مكة في حكم أهل مكة كذا في "السراج الوهاج"(٦٠)

یعنی، اہلِ مواقیت اور جو اُس کے بعد مکہ مکرمہ تک رہتے ہیں وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں اسی طرح ''السراج الوهاج''میں ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں۔ ومن كان داخل المواقيت فهو بمنزلة المكي حتى لايكون له مُتعة ولا قران۔(٦١)

یعنی، جو مواقیت کے اندر رہتا ہے پس وہ مکی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اس کے لئے نہ حجِ تمتع ہے اور نہ حجِ قران۔

اور مکی کے لئے تمتع ممنوع ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی نے لکھا اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام حنفی اور علماء ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا: وليس

(٦٠)الفتاوى الهندية، كتاب الحج، فصل في التمتع، ٣٠٥/١

(٦١)الهداية، كتاب الحج، باب التمتع، ١-٢/١٩١

لأ هل مكة تمتّع و لا قران۔(٦٢)

یعنی، اہل مکہ کے لئے تمتع نہیں ہے اور نہ قِر ان۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: و لیس لأ ھل مكة وأهل المواقيت ومن بينها وبين مكة تمتُّعٌ۔(٦٣)

یعنی، اہلِ مکہ اور اہلِ مواقیت اور جو میقات اور مکہ کے مابین رہتا ہے ان سب کے لیے تمتع نہیں ہے۔

امام اعظم اور آپ کے اصحاب کا اس باب میں یہی مؤقّف ہے اور یہ مؤقّف فقہاء صحابہ جیسے حضرت علی، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں:

اعلم أن أهل مكة و من كان الميقات لا تمتّع لهم ولا قران عند أبی حنيفة وأصحابه وإمامهم فی ذلك علیٌّ و عبدالله بن عباس وعبدالله بن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم۔(٦٤)

یعنی، جان لے کہ اہلِ مکہ اور جو اہلِ میقات ہیں اُن کے لئے امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک نہ تمتّع ہے اور نہ قِران۔ اس مسئلہ میں ان کے امام حضرت علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور فقہائے کرام نے جو مکی میقاتی اور حلّی سے تمتع کی نفی کی ہے اس نفی میں دو

(٦٢)الهداية، كتاب الحج، باب التمتّع، ١۔٢/١٩١

الفتاوی الهندية ، كتاب المناسك ، الباب السابع فی القران والتمتّع، ٢٣٩/١

(٦٣)لباب المناسك ، باب التمتع ، فصل: فی تمتع المكی، ص ١٨١

(٦٤)العناية شرح الهداية، كتاب الحج ، باب التمتع، تحت قوله: ولی تدهل مكة إلخ، ٨٦/٢

احتمال ہیں ایک یہ کہ تمتع کے وجود کی نفی اور دوسرا تمتع کے حلال ہونے کی نفی۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸٦۱ھ لکھتے ہیں:

يحتمل نفی الوجود : أی ليس يو جد لهم .... ويحتمل نفی الحلّ : كما يقال:ليس لك أن تصوم يوم النحر ولا أن تتنفل بالصلاةعند الطلوع و الغروب۔(٦٥)

یعنی، فقہاء کرام کا یہ قول نفی وجود کا احتمال رکھتا ہے یعنی تمتّع ان کے لئے نہیں پایا جاتا..... اور حلال ہونے کی نفی کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تیرے لئے یوم النحر میں روزہ رکھنا جائز نہیں اور نہ ہی طلوع اور غروب کے وقت نفل نماز جائز ہے۔

اور صاحب ''فتح القدیر'' (٦٦) امام کمال الدین ابن ہمام، صاحب ''تحفہ'' علامہ سمرقندی اور صاحب ''بدائع'' (٦٧) علامہ کاسانی حنفی وغیرہم کے کلام سے پہلے احتمال کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ صاحب ''بحر'' (٦٨) علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، صاحب ''نہر'' (٦٩) علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ، صاحب ''تنویر الأبصار'' (٧٠) علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ نے اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰٦۹ھ (٧١) اور علامہ ملّا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ (٧٢)

(٦٥)فتح القدير شرح الهداية، كتاب الحج، باب التمتع ،تحت توله: وليس لأهل مكة إلخ، ٤٢٨/٢

(٦٦)فتح القدير ، كتاب الحج، باب التّمتّع، تحت قوله: وليس لأهل مكة تمتع ولا قِران، ٤٢٨/٢

(٦٧)بدائع الصنائع، كتاب الحج، ١٧٢/٣

(٦٨) البحر الرائق، كتاب الحج، باب التمتع،تحت قوله: ولا تمتع إلخ، ٦٤٠/٢

(٦٩)النهرالفائق كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولا تمتع ولا قران ١١٠/٢

(٧٠)تنوير الأبصار، كتاب الحج، باب التمتع، ١٦٥

(٧١)غنية ذوی الحكام، كتاب الحج، باب القران و التمتّع، تحت قول الدُّر ر: لا تمتّع له ولا قران، ٢٣٧/١

(٧٢)المسلك المتقسط فی المسك المتوسط، باب التمتع، فصل فی تمتّع المكی، تحت قوله: وعليه لإسائته دم، ص ٣٩٩

میں دوسرے احتمال کوترجیح دی ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اسی طرح لکھا ہے۔(۷۳)

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں أقول: وقد كنتُ كتبتُ على هامشها بحثاً حاصله: "أنهم صرّحوا بأن عدم الإلمام شرط لصحة التمتّع دون القران، و إن إلمام الصحيح مُبطل التّمتُّع دون القران" ومقتضى هذا أن تمتّع المكّي باطل" لوجود الإلمام الصحيح بين إ حراميه، سواء ساق الهدى أولا، لأن الآفاقي يصّح إلمامه إذالم يسق الهدى وحَلقَ، لأن لايبقى العودُ إلى مكة مستحقّاً عليه، والمكّي لا يتصوّر منه عدم العود إلى مكة لكونه فيها كما صرّح به "العناية" وغيرها۔(٧٤)

یعنی، میں کہتا ہوں میں نے اس پر حواشی لکھے تھے جس کا حاصل یہ ہے کہ ''فقہاءِ کرام نے تصریح کی ہے کہ عدمِ المام صحتِ تمتُّع کے لئے شرط ہے نہ کہ قران کے لئے اور المام صحیح تمتُّع کو باطل کرتا ہے نہ کہ قران کو'' اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مکی کا تمتّع عمرہ اور حج کے مابین المام صحیح کے پائے جانے کی وجہ سے باطل ہے چاہے وہ ہدی لایا یا نہ۔ کیونکہ آفاقی کا المام صحیح ہو جاتا ہے جب وہ ہدی نہ لائے اور (عمرہ کے بعد) حلق کروالے، کیونکہ مکہ کی طرف لوٹنا اس پر واجب نہیں رہتا اور مکی سے مکہ کی طرف نہ لوٹنا متصوّر نہیں کیونکہ وہ مکہ مکرمہ

(۷۳)رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولو قرن أو تمتّع... إلخ، ٣/٦٤٦

(٧٤)رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولو قرن أو تمتّع... إلخ، ٣/٦٤٧

میں ہے جیسا کہ ''عنایہ'' (۷۵) وغیرہا میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اس لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اہلِ مکہ، اہلِ حلّ اور اہلِ مواقیت کے لیے صرف حجِ اِفراد ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: وإنما لهم الإ فراد خاصة۔(٧٦)

یعنی، خاص طور پر ان کے لیے صرف اِفراد ہے۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: والمكي ومن في حكمه يفرد فقط۔(۷۷)

یعنی، مکی اور جو مکی کے حکم ہے فقط حج افراد کرے گا۔

لہٰذا اگر کسی مکی، حلّی یا میقاتی نے حجِ تمتّع کر لیا تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس نے بُرا کیا اور وہ گنہگار رہوا اور اُس پر دم جبر لازم ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ليس لأهل مكة و أهل المواقيت ولكن بينها و بين مكة تمتع فمن تمتّع منهم كان عاصياً و مسيئاً وعليه لإساء ته دم۔(۷۸)

یعنی، اہلِ مکہ، اہلِ مواقیت اور وہ جو مواقیت اور مکہ مکرمہ کے درمیان رہتے ہیں اُن کے لئے تمتع نہیں ہے یعنی ان میں سے جو تمتع کر لے وہ گنہگار ہے، اساءت کا مرتکب

(۷۵)العناية، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله : بخلاف المكي، ٢/٨٨

(٧٦)الهداية : كتاب الحج، باب التمتع، ١-٢/١٩١

(۷۷)تنوير الأبصار مع شرح للحصكفي، كتاب الحج، باب التمتّع، ص١٦٥

(۷۸)لباب المناسك وعباب المناسك، باب التمتع، فصل: في تمتع المكي، ص١٨١

ہے اوراس پردم لازم ہے اور یہ دم جبر ہوگا۔

اورعلامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: ولو قرن أو تمتّع جاز وأساء وعليه دم جبرٍ،ولا يجزئه الصوم لو معسراً ۔(۷۹)

یعنی، اگراس نے قران یا تمتّع کیا تو جائز ہوا اور اس نے بُرا کیا اور اس پر دم جبر ہے اوراُسے روزہ جائز نہیں اگرچہ تنگدست ہو۔

اورصدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ ''درمختار'' کے حوالے سے لکھتے ہیں: میقات کے اندر والوں کے لئے قران اور تمتع نہیں، اگر کریں تو دم دیں۔(۸۰)

باقی رہی یہ بات کہ حلّی اگر ایامِ حج میں کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر نکلتا ہے اور واپسی پر میقات سے گزرتے وقت اس کا اوّلین قصد حلّ کا کوئی مقام ہے تو بلا احرام آنا جائز ہے اور اگر اوّلین قصد حرم ہے تو اُسے احرام باندھ کر آنا لازم ہے اور اگر اوّلین قصد حلّ ہے تو بلا احرام گزرنا جائز ہوگا اور اگر وہ ایامِ حج میں عمرہ کا احرام باندھ کر میقات سے گزرا تو حرم آکر عمرہ ادا کرے گا۔ جب اس نے عمرہ مکمل کیا اور احرام سے فارغ ہوگیا تو اب اُسے اسی سال حج ادا کرنا ممنوع ہوا جیسا کہ حقیقی مکی کے لئے بھی یہی حکم ہے اور اس معاملے میں حقیقی مکی، حلّی اور میقاتی تینوں کا ایک ہی حکم ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں اس کی صراحت موجود ہے۔

اور حلّی کے لئے صاحبِ ''ہدایہ'' کے واضح الفاظ ہیں کہ: جو مواقیت کے اندر رہتا ہے (یعنی وہ حلّی ہے) پس وہ مکی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ نہ اُس کے لئے حج تمتع جائز

(۷۹)الدرالمختار، کتاب الحج، باب التمتع، ص۱۶۵

(۸۰)بہارِ شریعت، حج کا بیان، تمتع کا بیان، ۱/۶/۱۱۶۰

ہے اور نہ قران۔(۸۱)

لہٰذا حلّی اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر ایامِ حج میں نکلتا ہے اور وہ حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے اس پر صرف احرام باندھنے کے مسئلے میں آفاقی کے احکام ہوں گے اُسے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر گزرنا ہوگا۔ باقی میقات سے باہر جانے کی وجہ سے اس کے لئے تمتع یا قران جائز نہیں ہوں گے۔ اس لئے وہ میقات سے باہر جانے کے باوجود صرف حج افراد ہی کرسکتا ہے۔ چاہے وہ میقات سے باہر چند لمحوں کے لئے گیا ہو یا مہینوں یا سالوں رہ کر آیا ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

۲۸ رمضان المبارک،۱۴۳۹ھ۔۱۳،جون،۲۰۱۸م FU-12

غریب شخص نے فرض حج یا مطلق نیت کے ساتھ حج کیا تو کیا فرض حج ادا ہو جائے گا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بالغ شخص بہت غریب ہو اور اُس نے حجِ فرض ادا نہ کیا ہو لیکن وہ کسی سے قرضہ لے کر مطلق نیت یا فرض حج کی نیت کے ساتھ مناسکِ حج ادا کرے تو کیا ایسے شخص کا فرض حج ادا ہوگا یا نفل؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ایسے شخص کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔

چنانچہ علاّمہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: لو تكلف الفقير وحج ونوى حج الفرض أو أطلق، جاز له وسقط عنه فرضه۔(۸۲)

(۸۱)الهداية، كتاب الحج، باب التمتع، ۱۔۲/۱۹۱

(۸۲)لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،تحت قوله: السادس:الإستطاعة،ص۵۵

اگر کسی فقیر نے کسی طرح فرض حج کی نیت کر کے مناسک حج ادا کئے یا مطلق نیت کے ساتھ تو اس کے ایسا کرنا جائز ہے اور نہ صرف یہی بلکہ اس سے فرض حج بھی ساقط ہوجائے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت،۵رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ۔۱۱مئی۲۰۱۹م FU-81

عمرہ

بچے کی جانب سے عمرہ کرتے ہوئے بچے کا ساتھ ہونا ضروری ہے

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا بچے کی طرف سے عمرہ کرتے وقت بچے کو ساتھ رکھنا ضروری ہے؟ یا بچہ روم میں ہو تب بھی اُس کی طرف سے عمرہ کر سکتے ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:۔صورتِ مسؤلہ میں بچہ خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ دونوں صورتوں میں حکمِ شرع یہی ہے کہ اُس کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ ملاّ علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وأما الطواف فلابدّ أن یطوفَ بنفسه إن کان ممیّزاً،وإلا فیحمله ولیّه ویطوف به،وکذا حکم الوقوف وسائرِ المأمورات کالسعی ورمی الجمرات۔(۸۳)

یعنی، بہرحال طواف کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود طواف کرے بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اُس کا سرپرست اُسے اُٹھا کر اُس کے ساتھ طواف کرے اور اسی طرح وقوف اور تمام مأمورات (جن کا حکم دیا گیا ہے) کا حکم ہے جیسے سعی اور رمی

(۸۳)المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط،باب الإحرام،فصل: فی إحرام الصبی،تحت قوله:إلا رکعتی الطواف،ص۱۵۹

جمرات۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد،۸ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ۔۱۵دسمبر۲۰۱۸م FU-66

عورت کا بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ چلے جانا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عمرہ کرنے کے لئے گئی اور اُسے مکہ میں داخل ہونے کے بعد عمرہ شروع کرنے سے قبل حیض آگیا جس کی بناء پر وہ عمرہ کئے بغیر مدینہ منورہ چلی گئی کیونکہ اُس کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ پاک ہوجانے کے بعد عمرہ کرتی تو اب اُس پر کیا حکم عائد ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب :۔صورتِ مسؤلہ میں مذکورہ خاتون احرام ہی میں رہے گی پھر جب وہ پاک ہوجائے تو وہاں سے مکہ مکرمہ آئے اور عمرہ کرے اور اسے چاہیے کہ وہ مکہ مکرّمہ آتے ہوئے میقات سے نئے عمرے کی نیت نہ کرے کیونکہ وہ بدستور احرام ہی میں ہے ورنہ ایک عمرہ کے ہوتے ہوئے دوسرے عمرے کی نیت ہوجائے گی اور یوں دو احراموں کے مابین جمع کی وجہ سے ایک دم اور ایک احرام کو چھوڑنے کی وجہ سے ایک عمرے کی قضاء اور توبہ کرنی ہوگی کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّ فِی الْعُمْرَةِ إنَّمَا کُرِهَ الْجَمْعُ بَیْنَ الْإِحْرَامَیْنِ؛ لِأَنَّهُ یَصِیرُ جَامِعًا بَیْنَهُمَا فِی الْفِعْلِ؛ لِأَنَّهُ یُؤَدِّیهِمَا فِی سَنَةٍ وَاحِدَةٍ۔(۸۴)

یعنی، عمرہ میں دو احرام کو جمع کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ فعل میں ان دونوں کو جمع

(۸۴)البحر الرائق شرح کنز الدقائق،کتاب الحج،باب إضافة الإحرام الی الإحرام،تحت قوله:ومن أحرم بحج ثم بآخر.....إلخ،۹۱/۳

کرنے والا ہو جائے گا اس لئے کہ وہ ان دونوں کو ایک ہی سال میں ادا کرے گا۔

اور یہاں مکروہ سے مراد ''مکروہِ تحریمی'' ہے۔

چنانچہ علامہ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمٰن حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ إِحْرَامَيْنِ لِعُمْرَتَيْنِ مَكْرُوهٌ تَحْرِيمًا فَيَلْزَمُ الدَّمُ۔(۸۵)

یعنی، بے شک دو عمروں کو دو احرام کے درمیان جمع کرنا مکروہِ تحریمی ہے پس (ایسا کرنے والے پر) دم لازم ہوگا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت،۱۵ ربیع الأول ۱٤٤٠ھ۔۲۳ نومبر ۲۰۱۸م FU-62

حالت حیض میں کیئے گئے طواف پر لازم آنے والا دم کیسے ساقط ہو؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت پر حالتِ حیض میں عمرہ ادا کرنے کے سبب دم لازم آجائے اور وہ دم نہ دے سکتی ہو تو کیا ایسی صورت ہے کہ اس پر سے دم ساقط ہو جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں یاد رہے کہ ایسی عورت پر صرف دم لازم نہیں ہوگا بلکہ گنہگار بھی ہوگی، اور دم ساقط ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایسی عورت حالتِ حیض میں کیے ہوئے طوافِ عمرہ کو لوٹا لے تو اُس سے دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: فرض کے سوا کوئی اور طواف کل یا اکثر جنابت میں کیا تو دَم دے اور بے وضو کیا تو صدقہ اور تین پھیرے یا اس سے کم جنابت میں کیے تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ پھر اگر مکہ معظّمہ میں ہے تو سب صورتوں میں اعادہ کرلے، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔(۸۶)

---

(۸۵) الدّرالمختار، کتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: ومن أتى بعمرة..... إلخ، ص ۱۷۱

(۸۶) بہارشریعت، حج کا بیان، جرم اوران کے کفارے، ۱/۱۱۷٦

اور وہ اعادہ کرے یا دم دے بہر صورت توبہ کرنی ہوگی کیونکہ اعادہ کرنے یا دم دینے سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وتدارك إثمه وهو التوبة عن المعصية۔(۸۷)

یعنی، گناہ کا تدارک معصیت سے توبہ کے ذریعے ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۹ ربیع الأول ۱٤٤٠ھ۔۱۷ نومبر ۲۰۱۸م FU-10

طواف

مسجد حرام کے گرد طواف کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد حرام کے گرد کا طواف کرنے سے بیت اللہ شریف کا طواف ادا ہو جائے گا یا نہیں کیونکہ بیت اللہ مسجد حرام کے اندر ہے۔ (السائل: احمد از ملیر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مسجد حرام کے گرد طواف کرنے سے طواف ادا نہ ہوگا۔

چنانچہ فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید ولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ اور اُن کے حوالے سے علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نقل لکھتے ہیں: ولا يجزيه خارج المسجد۔(۸۸)

---

(۸۷) المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط علی لباب المناسِك، باب الجنايات وأنواعها، ص ۴۲۲

(۸۸) الفتاویٰ الولوالجيّة، كتاب الحج، الفصل الرابع، وأما طواف التحية، ۲۹۴/۱

الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الثالث فی تعليم أعمال الحج، برقم ۴۹۲۵، ۴۹۷/۳

یعنی، خارج مسجد طواف جائز نہیں ہے۔

اور مفتی وقاضیٔ مکہ ابوالبقاء ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ولو طاف خارج المسجد لم يصحّ طوافه بحالٍ۔(۸۹)

یعنی، اگر مسجد کے باہر سے طواف کیا تو کسی حال میں بھی طواف درست نہ ہوگا۔

اس صورت میں عدم جواز کی وجہ مسجد حرام کی دیواروں کا حاجز ہونا ہے۔

چنانچہ شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: فأما إذا طاف مِن وراء المسجد فكانت حيطانه بينه وبين الكعبة لم يجزه۔(۹۰)

یعنی، پس بہر حال جب مسجد کے پیچھے سے طواف کیا پس مسجد حرام کی دیواریں اس کے اور کعبہ معظّمہ کے درمیان میں ہوں تو اُسے طواف جائز نہ ہوا۔

اور امام ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: وإن طاف خارج المسجد، وحيطانه بينه وبين الكعبة لم يجزه وعليه أن يعيد۔(۹۱)

یعنی، اگر مسجد کے باہر طواف کیا اور مسجد حرام کی دیواریں اس کے اور کعبہ معظّمہ کے درمیان میں ہوں تو جائز نہیں۔

اور مفتی وقاضیٔ مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: لأن حيطان المسجد حاجزة۔(۹۲)

---

(۸۹) البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بيان أنواع الأطوفة، ۲/۱۲۲۴۔۱۲۲۵

(۹۰) كتاب المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت إلخ، ۲/۴۵

(۹۱) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بيان منسك الحج إلخ.....، فصل: فی شرائط صحة الطواف وما يقع معتداً وما لايقع، ۱/۴۴۸

(۹۲) البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بيان أنواع الأطوفة، ۲/۱۲۲۴۔۱۲۲۵

یعنی، کیونکہ مسجد حرام کی دیواریں حاجزہ ہیں۔

تو اس نے مسجد کا طواف کیا بیت اللہ شریف کا نہیں۔

چنانچہ شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۵ھ لکھتے ہیں: لأنه طاف بالمسجد لا بالبيت۔(۹۳)

یعنی، کیونکہ اس نے مسجد کا طواف کیا نہ کہ بیت اللہ شریف کا۔

اور امام ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: لأن حيطان المسجد تحول بينه وبين البيت فيكون طائفاً بالمسجد دون البيت۔(۹۴)

یعنی، مسجد کی دیواریں اس کے اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہوگئیں پس وہ مسجد کا طواف کرنے والا ہوگا نہ کہ بیت اللہ کا۔

اور مفتی وقاضیٔ مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: فلم يطف بالبيت لعدم الطواف حوله بل طاف بالمسجد۔(۹۵)

یعنی، پس وہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا نہ ہوا اس کے اردگرد طواف (بیت اللہ شریف) کے معدوم ہونے کی وجہ سے بلکہ اس نے مسجد کا طواف کیا۔ پس اس نے طواف کے بیت اللہ شریف کے گھر نہ ہونے کی وجہ سے بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا بلکہ مسجد کا طواف کیا ہے۔

حالانکہ طوافِ مسجد (مسجد کا طواف) واجب نہیں بلکہ بیت اللہ شریف کا طواف واجب ہے۔

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

---

(۹۳) كتاب المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت إلخ، ۲/۴۵

(۹۴) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بيان منسك الحج إلخ.....، فصل: فی شرائط صحة الطواف وما يقع معتداً وما لايقع، ۱/۴۴۸

(۹۵) البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بيان أنواع الأطوفة، ۲/۱۲۲۵

چنانچہ شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۵ھ لکھتے ہیں: والواجب علیہ الطواف بالبیت۔(۹۶)

یعنی، حالانکہ اس پر بیت اللہ شریف کا طواف واجب ہے۔

اگر مسجد حرام کے گرد طواف کو جائز قرار دے دیا جائے تو مکہ مکرمہ اور حرم شریف کے گرد بھی طواف کا جواز لازم آئے گا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی وقاضی مکہ ابو البقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: لأنہ لو جاز الطواف حول المسجد مع حیلولۃ حیطان المسجد لجاز حول مکۃ والحرم وذالایجوز کذا ھذا۔(۹۷)

یعنی، کیونکہ مسجد کی دیواریں حائل ہونے کے باوجود مسجد کے گرد کا طواف جائز ہو تو مکہ اور حرم کے گرد طواف بھی جائز ہوگا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں۔

شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۵ھ لکھتے ہیں: أرأیتَ لو طاف بمکۃ کان یجزئہ، وإن البیت فی مکۃ، أرأیتَ لو طاف فی الدنیا أکان یجزئہ من الطواف بالبیت، لا یجزئہ شیٔ من ذلک فھذ مثلہ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم بالصواب۔(۹۸)

یعنی، مجھے بتاؤ کہ اگر کوئی مکہ کا طواف کرے تو اُسے جائز ہوگا اگرچہ بیت اللہ شریف مکہ میں ہے اور مجھے بتاؤ کہ اگر کوئی دنیا میں طواف کرے تو کیا اُسے طواف بیت اللہ

(۹۶) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطواف، تحت قولہ: وإن طاف بالبیت إلخ، ۲/۴۵

(۹۷) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکۃ إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطوفۃ، ۲/۱۲۲۵

(۹۸) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطواف، تحت قولہ: وإن طاف بالبیت إلخ، ۲/۴۵

سے جائز ہو جائے گا، اس میں سے کچھ بھی جائز نہیں، پس یہ اس کی مثل ہے۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس نے کعبہ معظّمہ کے علاوہ مسجد حرام کے گرد طواف کیا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

چنانچہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ اور ان کے حوالے سے مفتی وقاضی مکہ ابو البقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: وفی باب العیدین من "کافی" حافظ الدین: من طاف حول مسجد سوی الکعبۃ یخشی علیہ الکفر۔(۹۹)

یعنی، حافظ الدین کی "کافی" کے باب العیدین میں ہے کہ جس نے کعبہ کے سوا مسجد حرام کے گرد طواف کیا اس پر کفر کا خوف ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲ ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ۔ ۱۳، أغسطس ۲۰۱۸م FU-17

حج کی سعی سے قبل طوافِ وداع کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے طوافِ زیارت کیا اور طوافِ زیارت سے فارغ ہو کر حج کی سعی کرنے سے قبل طوافِ وداع کرلیا تو کیا اس طرح طوافِ وداع ادا ہو جائے گا جبکہ اس نے اور کوئی طواف نہ کیا اور اپنے وطن کو لوٹ گیا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اس کا طوافِ وداع ادا ہو جائے گا کیونکہ طوافِ وداع کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

(۹۹) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکۃ إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطوفۃ، ۲/۱۲۲۵

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:وأوّل وقتہ: بعد طواف الزیارۃ ولا آخر له۔(۱۰۰)

یعنی،طوافِ وداع کا اَوّل وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

لہٰذا طوافِ زیارت کے بعد جو طواف کیا اس سے طوافِ وداع ادا ہو گیا اگر چہ نفل کی نیت کی ہو۔

چنانچہ امام اَبوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:وَإذا طَاف الرجل بعد طواف الزِّیَارَة طَوافا یَنْوِی بِهِ التَّطَوُّع أَو طواف الصَّدُر وَذَلِكَ بعد مَا حل النَّفر فَهُوَ طواف الصَّدُر۔(۱۰۱)

یعنی،جب کسی مرد نے طوافِ زیارت کے بعد نفلی طواف کیا یا طوافِ صدر کیا بعد اس کے کہ جسے رخصت ہونا حلال ہو تو وہ طوافِ صدر ہے۔

اور امام اَبوالفضل محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۳۴/۳۴۴ھ اور امام شمس الدین اَبوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:(وَإِذَا طَافَ الرَّجُلُ بَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ طَوَافًا يَنْوِي بِهِ التَّطَوُّعَ أَوْ طَوَافَ الصَّدَرِ، وَذَلِكَ بَعْدَ مَا حَلَّ النَّفْرُ فَهُوَ طَوَافُ الصَّدَرِ)؛ لِأَنَّهُ أَتَى بِهِ فِي وَقْتِهِ فَيَكُونُ عَنْهُ۔(۱۰۲)

یعنی،جب کسی مرد نے طوافِ زیارت کے بعد نفلی کی نیت کرتے ہوئے طواف کیا یا طوافِ صدر کیا بعد اس کے کہ جسے رخصت ہونا حلال ہو تو وہ طوافِ صدر ہے کیونکہ وہ اسے اس کے وقت میں آیا ہے تو طوافِ صدر اس سے ادا ہو گا۔

(۱۰۰)لباب المناسك و عباب المسالك، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، الثالث: طواف الصدر، ص۱۰۹

(۱۰۱)المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی بیان أنواع الأطوفة،۱/۴۳۶

(۱۰۲)الكافی للحاكم الشهید وشرحه المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك،باب القران،۳۔۴/۳۴

اور علاّمہ ابومنصور محمد بن کرم حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:إذا نفر فی النفر الأول ثم طاف فهو للزیارة وإن طاف بعد ذلك ینوی تطوعاً أو لا ینوی شیئاً فهو للصدر۔(۱۰۳)

یعنی، جب کوئی بارہویں ذوالحجہ میں رخصت ہوتے ہوئے طواف کرے تو وہ طوافِ زیارت ہے اور اگر اس کے بعد نفل کی نیت کرتے ہوئے طواف کیا یا کوئی نیت نہ کی تو وہ طوافِ صدر ہے۔

اور قاضی ومفتی مکہ مکرمہ امام اَبو البقاء محمد بن اَحمد بن محمد بن الضیاء مکّی حنفی متوفی:۸۵۴ھ لکھتے ہیں:لو طاف بعد طواف الزیارة لا یعین شیئاً، أو نوی تطوعاً كان للصدر لأن الوقت معین فتنصرف مطلق النیة إلیه كصوم رمضان. ومنها أن یكون بعد طواف الزیارة حتی إذ نفر فی النفر الأول ولم یكن طاف للزیارة، فطاف طوافاً لا ینوی شیئاً أو نوی تطوعاً، أو الصدر یقع عن الزیارة لا عن الصدر لأن الوقت له، وطواف الصدر مرتّب علیه۔(۱۰۴)

یعنی، اگر کسی نے طوافِ زیارت کے بعد کسی شے کو معین کیے بغیر طواف کیا یا نفل کی نیت کی تو وہ طوافِ رخصت ہوگا کیونکہ وقت معین ہے پس مطلق نیت اسی کی طرف پھرے گی جیسے رمضان کا روزہ.اور اس کے طوافِ صدر کے جواز کی شرائط سے ہے کہ وہ طوافِ زیارت کے بعد ہو یہاں تک کہ جب کوئی بارہویں ذوالحجہ میں اس حال میں رخصت ہوا کہ اُس نے طوافِ زیارت نہ کیا تھا پھر اُس نے بغیر نیت کے یا نفلی یا طوافِ صدر کی نیت کرتے ہوئے طواف کیا تو وہ طوافِ زیارت واقع ہو گا نہ کہ طوافِ صدر کیونکہ

(۱۰۳)المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۱/۴۳۶

(۱۰۴)البحر العمیق،مطلب بدع الحجاج فی منی،فصل فی النفر.....إلخ، ۴/۱۹۱۷۔۱۹۱۸

وقت طوافِ زیارت کا ہے اور طوافِ صدر اِسی پر مرتب ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ طوافِ وداع کا وقت تو مناسک حج سے فراغت کے بعد ہے تو جس کے ذمّے رمی جمرات یا سعی باقی ہو اس کا یہ طواف درست نہیں ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا صرف اور صرف مستحب ہے نہ کہ فرض و واجب۔

چنانچہ مُلّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وأما ما في ''المشكلات'' من أن وقته بعد الفراغ من مناسك الحج فمحمول على وقت استحبابه۔(۱۰۵)

یعنی، بہرحال جو ''مشکلات'' میں اس حوالے سے ہے وہ یہ کہ بیشک اس کا وقت مناسکِ حج سے فراغت کے بعد ہے پس وہ محمول ہے اُس کے مستحب وقت ہونے پر۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۳، ذوالحجة ۱۴۳۹ھ۔ ۲٤ أغسطس ۲۰۱۸م FU-32

نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے طواف کے سات چکر پورے کر لیے پھر دوسرا طواف شروع کر لیا اس کے ایک چکر کے بعد اسے خیال آیا کہ میں غلط کر رہا ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تو اب وہ کیا کرے دوسرا طواف چھوڑ کر نفل پڑھے یا اُسے جاری رکھے؟ (السائل: احمد ضیائی ''الفتانی'' مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجوب:۔ صورتِ مسئولہ میں جاننا چاہیے کہ درمیان میں نفل پڑھے بغیر دو طواف جمع کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔

(۱۰۵) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، تحت قوله: وأوّل وقته بعد طواف الزيارة، ص۲۰۲

چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ مکروہاتِ طواف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کر دینا مگر کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے طلوع آفتاب یا نمازِ عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں، وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے۔(۱۰۶)

مگر جب ایسا ہو جائے کہ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو طواف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دوسرا طواف مکمل کرے اور اسے مکمل کر کے ہر طواف کے لیے دو رکعت کی ادائیگی کرے کیونکہ مکمل ایک یا اس سے زائد دوسرے طواف کا چکر لگا لینے والا اس طواف کو پکا کرنے والا ہو گیا ہے اور اُس پر یہ بھی لازم ہو گا کہ وہ دوسرے طواف کو پورا کرے۔

چنانچہ امام ابوالفضل محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۳۴/۳۴۴ھ اور امام شمس الدین اَبوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: (قَال رَجُلٌ طَافَ أُسْبُوعًا، وَشَوْطًا أَوْ شَوْطَيْنِ مِنْ أُسْبُوعٍ آخَرَ ثُمَّ ذُكِرَ لَهُ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ أُسْبُوعَيْنِ قَالَ يُتِمُّ الْأُسْبُوعَ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ، وَعَلَيْهِ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَانِ) لِأَنَّهُ صَارَ شَارِعًا فِي الْأُسْبُوعِ الثَّانِي مُؤَكِّدًا لَهُ بِشَوْطٍ أَوْ شَوْطَيْنِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُتِمَّهُ كَمَنْ قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ قَبْلَ التَّشَهُّدِ وَقَيَّدَ الرَّكْعَةَ بِالسَّجْدَةِ كَانَ عَلَيْهِ إِتْمَامُ الشَّفْعِ الثَّانِي ثُمَّ كُلُّ أُسْبُوعٍ سَبَبُ الْتِزَامِ رَكْعَتَيْنِ بِمَنْزِلَةِ النَّذْرِ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَانِ۔(۱۰۷)

یعنی، فرمایا کہ کسی نے سات چکر لگا لیے اور دوسرے طواف سے ایک یا دو چکر لگائے پھر اُسے یاد آیا کہ اُس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ دو طواف کو ایک ساتھ جمع کرے

(۱۰۶) الفتاوی الرضویّة، کتاب الحج، جنایات، رساله انوار البشاره فی مسائل الحج والزیارة، ۷٤٥/۱۰

(۱۰۷) الکافی للحاکم الشهید و شرحه المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطواف، ٥٥/٤

تو فرمایا کہ وہ طواف مکمل کرے کہ جو اس میں داخل ہوا ہے اور اس پر ہر طواف کے لیے دو رکعت ہیں کیونکہ وہ دوسرے طواف کو شروع کرنے والا ہو گیا ہے تو وہ اِسے ایک یا دو چکر لگا لینے کے سبب سے اسے پکا کرنے والا ہو گیا ہے پس اس پر لازم ہے کہ وہ اسے پورا کرے جیسے کوئی تشہد سے قبل تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے اور رکعت کی سجدہ کے ساتھ قید لگائی تو اس پر دوسرے شفع کا پورا کرنا لازم ہوگا۔ پھر ہر طواف کے لیے دو رکعت کے لازم ہونے کا سبب منّت کے مرتبے میں ہوگا۔ پس اس پر ہر طواف کے لیے دو رکعتیں لازم ہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع کر دینا مگر جب کہ کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے بلندی آفتاب تک یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں۔ وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے اور اگر بھول کر ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا تو اگر ابھی ایک پھیرا پورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے اور پورا پھیرا کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے نماز پڑھے۔(۱۰۸)

لہٰذا جب دوسرا طواف شروع کر لیا ہے اور اس کا بھی ایک چکر مکمل کر لیا تو اب اُسے پورا کرنا لازم ہو گیا اور دوسرا طواف مکمل کر کے دونوں کے دو دو رکعت نفل ادا کرے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو اور اگر مکروہ وقت ہو تو اُسے اُس وقت کے گزرنے کا انتظار کرنا ہے اور اُس نے جب پہلے طواف کے نفل ادا کیے بغیر دوسرا طواف شروع کیا تھا تب مکروہ وقت تھا تو اُس

(۱۰۸) بہار شریعت، حج کا بیان، طواف وسعی صفا مروہ وعمرہ کا بیان، ۱/۱۱۱۳۔۱۱۱۴

نے درست کیا کیونکہ مکروہ وقت میں نفل نماز ممنوع ہے اور اگر مکروہ وقت نہ تھا تو اُس کا ایک طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنا مکروہ قرار پایا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس ۲۶ ذو الحجة ۱۴۳۹ھ۔ ۶ سبتمبر ۲۰۱۸م FU-49

حالتِ طواف میں سترِ عورت کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالتِ احرام میں کسی خاتون نے سر کے بال قصداً کھلے رکھے اور فیشن کے انداز میں لٹ نکال کر رکھی اور وہ مسلسل اسی حالت میں رہی یہاں تک کہ طواف وسعی بھی کر لے تو کیا اس خاتون پر دم واجب ہوگا؟ (C/O مفتی عبدالرحمٰن، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ایسی خاتون پر دم کی ادائیگی لازم ہوگی بشرطیکہ سترِ عورت اتنی مقدار میں کھلا ہو کہ جو واجب کی ادائیگی کو مانع ہو اور اس کی وجہ یہ کہ سترِ عورت طواف کے واجبات سے ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: وَلَا يَطُوفَنَّ بِالبَيْتِ عُرْيَانٌ۔(۱۰۹)

یعنی، ہرگز کوئی بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کرے۔

قاضی ومفتی مکہ مکرمہ امام أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ومن واجبات الطواف: ستر العورة۔(۱۱۰)

یعنی، طواف کے واجبات سے سترِ عورت ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ "واجباتِ طواف" میں لکھتے ہیں:

(۱۰۹) سُنَن الترمذی، کتاب تفسیر القران، باب: ومن سورة التوبة، برقم ۳۰۹۱، ۱۲۷/۴

(۱۱۰) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکة المشرفة .....اِلخ، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۱۳۹/۲

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

الثالث: ستر العورة۔(۱۱۱)

یعنی، (طواف کے واجبات میں) تیسرا (واجب) سترِ عورت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کتنا سترِ عورت کھلا رہنا واجب کی ادائیگی کو مانع ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کا کوئی عضو چوتھائی یا چوتھائی سے زائد کھلا رہا تو یہ واجب کی ادائیگی کو مانع ہوگا۔

چنانچہ قاضی و مفتی مکہ محمد ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: لو طاف عریاناً أو مکشوف العورة قدر ما لا تجوز به الصلاة، فعلیه الإعادة ما دام بمكة، وإن رجع إلى أهله فعليه الدم۔(۱۱۲)

یعنی، اگر برہنہ طواف کیا یا سترِ عورت کو اتنی مقدار کھولے کہ جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی، تو اُس پر اعادہ لازم ہے جب تک کہ مکہ میں ہے، اور اگر اپنے اہل کی طرف لوٹ گیا تو اُس پر دم لازم ہے۔

اور لکھتے ہیں: وفی "منسك الكرمانی": فإن طاف وقد انكشف من عورته قدر ما لا تجوز معه الصلاة أجزأه الطواف وعليه دم، وحجّتنا قوله تعالى: "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" أمر بالطواف مطلقاً عن شرط الستر فيجزئ على إطلاقه۔(۱۱۳)

یعنی، "منسک کرمانی" (۱۱٤) میں ہے: پس اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا

(۱۱۱) لباب المناسِك و عباب المسالك، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فی واجبات الطواف، ص۱۱۳

(۱۱۲) البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة المشرفة .....إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۱۳۹/۲

(۱۱۳) البحر العميق، الباب العاشر فی دخول مكة المشرفة .....إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۱۳۹/۲

(۱۱٤) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بيان نسد الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغيرذلك، فصل فی شرائط صحة الطواف وما يقع معتداً وما لا يقع، ٤٤۲/۱

کہ تحقیق اُس کا سترِ عورت اتنی مقدار کھلا ہو کہ جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی۔ اُس کا طواف درست ہو گیا اور اُس پر دم لازم ہوگا اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" (ترجمہ: اور اس گھر کا طواف کریں) ہے (اس میں) ستر کی شرط کے بغیر مطلق طواف کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ علی الاطلاق جائز ہے (جس کے مطلب ہے کہ سترِ عورت کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر بھی طواف جائز ہے اگرچہ مع الکراہت)۔

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: والمانع: كشف ربع العضو فما زاد كما فی الصلاة، وإن انكشف أقل من الربع لا يمنع، ويجمع المتفرق۔(۱۱۵)

یعنی، (واجب کی ادائیگی کو) عضو کی چوتھائی یا اس سے زائد کا کھلنا مانع ہے جیسے نماز میں ہے اور اگر چوتھائی سے کم کھلا تو وہ مانع نہ ہوگا اور متفرق کو جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں: طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو دَم واجب ہوگا اور چند جگہ سے کھلا رہا تو جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دَم واجب ہوگا۔(۱۱٦)

اور یہ یاد رہے کہ عورت کا سر اور جو بال لٹکتے ہیں یہ دونوں الگ الگ عضو ہیں اور فقہائے کرام نے انہیں الگ الگ شمار کیا ہے چنانچہ امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: (۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اُوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک (یعنی) جتنی جگہ پر عادۃً بال جمتے ہیں۔ (۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔(۱۱۷)

(۱۱۵) لباب المناسِك و عباب المسالك، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فی واجبات الطواف، ص۱۱۳

(۱۱٦) بہارشریعت، حج کا بیان، حج کے واجبات، ۱۰٤۹/۱

(۱۱۷) الفتاوی الرّضويّة، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ٤۰/٦

ہاں اگر یہ خاتون طواف کا اعادہ کر لیتی ہے تو اب اُس پر جو دم لازم آیا تھا وہ ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملّا علی بن سلطان قاری متوفی: ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (واِن أعاده سقط) أی الدم عنه۔(۱۱۸)

یعنی، اگر اُس نے اعادہ کر لیا تو اس سے دم ساقط ہو گیا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس ۵، ذو الحجة ۱۴۳۹ھ۔۱۶، أغسطس ۲۰۱۸م FU-22

طواف سے قبل سعی کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھے اور اس نے اس بات کو سن رکھا ہو کہ سعی کو مقدم کرنا جائز ہے تو وہ احرام کے بعد اس نیت سے سعی کر کے منی آجائے کہ اب مجھے طوافِ زیارت کے بعد سعی نہیں کرنی پڑے گی تو کیا یہ سعی اُسے کافی ہو جائے گی کہ جب وہ طوافِ زیارت کے لئے جائے گا تو اُسے سعی نہیں کرنی پڑے گی برائے کرم جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں کسی کا طوافِ زیارت سے قبل سعی کرنا طوافِ زیارت کے بعد والی سعی سے کافی نہ ہوگی جب تک حج کا احرام باندھ کر اکثر طواف کے بعد سعی نہ کرے۔

چنانچہ امام اَبو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی: ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: وَلَا یجوز السَّعی قبل الطّواف وَیجوز بعد أَن یطوف الْأَکْثَر من الطّواف۔(۱۱۹)

(۱۱۸) لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارة، ص ۴۹۲

(۱۱۹) کتاب الأصل المعروف بالمبسوط، کتاب المناسك، باب السعی بین الصفا والمروة، ۳۴۲/۲

یعنی، طواف سے قبل سعی جائز نہیں اور طواف کے اکثر (۴ چکر) چکر لگانے کے بعد جائز ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: أن یکون بعد الطواف أو بعد أکثره، فلو سعی قبل الطواف أو بعد أقلّه لم یصحّ، ولو سعی بعد أربعة أشواط صحّ۔(۱۲۰)

یعنی، (سعی کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ) وہ طواف کے بعد ہو یا اُس کے اکثر (یعنی کم از کم چار پھیروں) کے بعد ہو پس اگر کسی نے طواف سے قبل یا اکثر (پھیروں) سے کم کے بعد سعی کی تو سعی درست نہ ہوئی اور اگر چار چکر لگانے کے بعد سعی کی تو درست ہو گئی۔

اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعی کو طواف کے بعد مشروع کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: فإن اللّٰه تعالیٰ شرع السعی عقیب الطواف لا قبله، فقوله عزّ وجلّ: فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا(۱۲۱)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ نے سعی کو طواف کے بعد مشروع کیا ہے نہ کہ اس سے قبل پس اللہ عزوجل کا فرمان: ’’تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے‘‘

اور ’’فلا جناح‘‘ میں ’’فا‘‘ تعقیب کے لئے ہے جس سے معلوم یہ ہوا کہ سعی طواف کے تابع ہونی چاہیے اور تابع اپنے متبوع سے پہلے نہیں پایا جاتا ہے۔

(۱۲۰) لباب المناسك وعباب المسالك، باب السعی بین الصفا والمروة، فصل: فی شرائط صحة السعی، ص: ۱۲۵

(۱۲۱) المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی السعی بین الصفا والمروة، ۴۷۲/۱

اسی لئے طواف سے قبل کی گئی سعی معتبر نہ ہوگی۔

چنانچہ علاّمہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ذکر بحرف الفاء، وأنها للتعقیب، فکان تبعاً، التبع لا یتقدّم علی المتبوع۔(۱۲۲)

یعنی، فاء کے حرف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور بیشک فاء تعقیب کے لیے ہے پس سعی تابع ہے، (اور) تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا ہے۔

اسی لئے سعی کو طواف سے قبل جائز قرار نہیں دیا جاتا کیونکہ وہ طواف کے بغیر مشروع ہی نہیں۔

چنانچہ علاّمہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ولا یجوز السعی قبل الطواف، لأنه شرع لکمال الطواف، وأنه تبع۔(۱۲۳)

یعنی، طواف سے قبل سعی جائز نہیں کیونکہ سعی کمالِ طواف کیلئے مشروع ہے اور بیشک سعی تابع ہے۔

کیونکہ حج کی سعی کا محل اصلی طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

چنانچہ امام علاء الدین أبی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّ السَّعْیَ بِدُونِ الطَّوَافِ غَیْرُ مَشْرُوعٍ، وَلِأَنَّ الْمَحَلَّ الْأَصْلِیَّ لِلسَّعْیِ مَا بَعْدَ طَوَافِ الزِّیَارَةِ؛ لِأَنَّ السَّعْیَ وَاجِبٌ، وَطَوَافُ الزِّیَارَةِ فَرْضٌ، وَالْوَاجِبُ یَصْلُحُ تَبَعًا لِلْفَرْضِ۔(۱۲٤)

یعنی، طواف کے بغیر سعی مشروع نہیں، اور اس لیے کہ بیشک سعی کے لیے محل اصلی

(۱۲۲)المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی السعی بین الصفا والمروة، ٤٧٢/١

(۱۲۳)المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی السعی بین الصفا والمروة، ٤٧٢/١

(۱۲٤)بدائع الصنائع، فصل فی بیان سنن الحج و الترتیب فی أفعاله، ١٢٨/٣

طوافِ زیارت کے بعد ہے کیونکہ سعی واجب ہے اور طوافِ زیارت فرض، اور واجب فرض کے تابع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسی لئے اگر کوئی طواف سے قبل سعی کر لیتا ہے تو اُسے طواف کے بعد دوبارہ سعی لازم آتی ہے کیونکہ طواف اصل ہے اور سعی تابع ہے اور تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا اسی وجہ سے طواف کو صحتِ سعی کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ سعی کو طواف سے مؤخّر کرنا واجب ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی: ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: فَلَوْ سَعَی ثُمَّ طَافَ أَعَادَهُ؛ لِأَنَّ السَّعْیَ تبعٌ وَلَا یَجُوزُ تَقَدُّمُ التَّبعِ عَلَی الْأَصْلِ، کذَا ذَکَرَ الْوَلْوَالِجِیُّ، وَصَرَّحَ فِی "الْمُحِیطِ" بِأَنَّ تَقْدِیمَ الطَّوَافِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ السَّعْیِ وَبِهَذَا عُلِمَ أَنَّ تَأْخِیرَ السَّعْیِ عَنْ الطَّوَافِ وَاجِبٌ، وَإِلَی أَنَّ السَّعْیَ لَا یَجِبُ بَعْدَ الطَّوَافِ فَوْرًا بَلْ لَوْ أَتَی بِهِ بَعْدَ زَمَانٍ وَلَوْ طَوِیلًا لَا شَیْءَ عَلَیْهِ۔(۱۲۵)

یعنی، پس اگر کسی نے طواف سے قبل سعی کی پھر اُس نے طواف کیا تو وہ اِسے (سعی) لوٹائے گا کیونکہ سعی تابع ہے پس تابع کو اصل (طواف) پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح ولوالجی نے ذکر کیا، اور "محیط" میں صراحت ہے کہ بیشک طواف کا مقدم کرنا سعی کی صحت کے لیے شرط ہے اور اس سبب سے جانا گیا کہ بیشک سعی کو طواف سے مؤخّر کرنا واجب ہے اور یہاں تک کہ بیشک سعی طواف کے بعد فی الفور واجب نہیں بلکہ اگر وہ اس (سعی) کو زمانے کے بعد آئے اگر چہ طویل زمانے کے بعد تو اُس پر کوئی شے لازم

(۱۲۵)البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: تحت قوله: ثم أخرج إلی الصفا.....إلخ، ٥٨٢/٢

نہیں۔

اور ملاّ علی بن سلطان قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: قال المصنّف فی "الکبیر": وتقدیم الطواف علی السعی شرط لصحة السعی بالاتفاق۔(۱۲۶)

یعنی، مصنّف (علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ) نے کبیر میں فرمایا: سعی کے صحیح ہونے کے لیے طواف کو سعی پر مقدم کرنا بالاتفاق شرط ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۸ذو الحجّة، ۱٤۳۹ھ، ۱۹أغسطس۲۰۱۸م FU-26

عمرہ طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حاجی مکہ شریف سے رُخصت ہوتے وقت طوافِ وداع کی جگہ عمرہ ادا کرے تو کیا یہ طواف کے قائم مقام ہو جائے گا یا الگ سے طوافِ وداع کرنا واجب ہوگا؟

(السائل: ڈاکٹر محمد ساحل اشرفی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں جاننا چاہیے کہ طوافِ وداع ایسا طواف ہے کہ جس میں رمل وسعی واضطباع میں سے کچھ بھی نہیں ہے اور یہ طواف بغیر احرام کے ہوتا ہے۔ اور عمرہ ایک مستقل عبادت ہے جیسا کہ حج۔ اور جو شخص صرف حج ادا کرتا ہے اُسے مفرد بالحج کہا جاتا ہے اور جو اشہرِ حج میں آفاق سے عمرہ کا احرام باندھ کر آتا ہے پھر اسی سال المامِ صحیح کیے بغیر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرتا ہے تو اُسے متمتع اور جو میقات سے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھتا ہے یعنی عمرہ کی نیت بھی کرے اور حج کی

(۱۲۶) المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط علی لباب المناسِك، باب العمرة، تحت قوله: والحلق أو التقصیر، ص٦٥٤

بھی تو وہ قارن کہلاتا ہے اور یہ یاد رہے کہ اگر کوئی حج افراد کرے یا حج تمتع کرے یا پھر حج قران کرے اُس پر طوافِ وداع واجب ہے بشرطیکہ وہ آفاقی ہو پھر عمرہ الگ عبادت ہے جبکہ طوافِ وداع مستقل عبادت نہیں بلکہ آفاقی کے حق میں حج کا ایک واجب ہے تو یہ واجب کسی دوسری عبادت کر لینے سے ادا نہ ہوگا۔

لہٰذا اگر ایک عمرہ کی جگہ ہزاروں عمرہ بھی کر لیے جائیں تو یہ عمل طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اور اس بات کو بطور دلیل یوں بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ اپنی کُتُب میں ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی مکہ مکرمہ سے اس حال میں رخصت ہو کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا ہو تو اُسے چاہیے کہ جب تک اُس نے میقات تجاوز نہ کر لیا ہو تو وہ لوٹ کر اس واجب کی ادائیگی کرے اور اگر میقات کو تجاوز کر چکا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ نہ لوٹے اور ایک دم دے دے اور اگر کوئی میقات تجاوز کر جانے کے بعد لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے اور پھر وہ عمرہ کے طواف سے نہ صرف ابتداء کرے بلکہ اپنے عمرہ کی ادائیگی مکمل طور پر کرنے کے بعد اِس واجب کی ادائیگی کرے اور ایسا کرنے سے اُس پر لازم آنے والا دم بھی ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے فقہائے کرام کی چند کُتُب سے ایسی عبارات نقل کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ عمرہ کا طواف حج میں لازم آنے والے طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں ہے۔

چنانچہ امام أبوبکر بن علی بن محمد حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ لِلصَّدْرِ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مَا لَمْ يَتَجَاوَزْ الْمِيقَاتَ فَإِنْ ذَكَرَ بَعْدَ مُجَاوَزَتِهِ الْمِيقَاتَ لَمْ يَرْجِعْ وَيَلْزَمُهُ دَمٌ فَإِنْ رَجَعَ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ وَيَبْتَدِءُ بِطَوَافِهَا لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ بِالْإِحْرَامِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ طَافَ لِلصَّدْرِ وَسَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ (۱۲۷)

(۱۲۷) الجوهرة النیرة شرح القدوری، کتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر، تحت قوله: وهو واجب إلا علی أهل مكة، ۳۸۹/۱

یعنی، جو رخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا ہو تو وہ لوٹے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر اس سے گزرنے کے بعد یاد آئے تو وہ نہ لوٹے اور اُسے دم دینا لازم ہوگا پس اگر وہ لوٹے تو وہ عمرہ کے احرام کے ساتھ لوٹے اور عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے کیونکہ وہ اس پر احرام کے سبب سے متعین ہو چکا ہے پھر جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو وہ طوافِ وداع کرے اور اس سے دم بھی ساقط ہو جائے گا۔

اور فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ نَفَرَ وَلَمْ یَطُفْ لِلصَّدَرِ فَإِنَّهُ یَرْجِعُ فَیَطُوفُهُ بِغَیْرِ إِحْرَامٍ جَدِیدٍ مَا لَمْ یَتَجَاوَزْ الْمِیقَاتَ فَإِنْ جَاوَزَهَا لَمْ یَجِبْ الرُّجُوعُ وَیَلْزَمُهُ دَمٌ فَإِنْ رَجَعَ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ وَیَبْتَدِئُ بِطَوَافِهَا؛ لِأَنَّهُ تَعَیَّنَ عَلَیْهِ بِالْإِحْرَامِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ طَافَ لِلصَّدَرِ وَیَسْقُطُ عَنْهُ الدَّمُ وَقَالُوا: الْأَوْلَى أَنْ لَا یَرْجِعَ وَیُرِیقَ دَمًا إِنْ اقْتَدَرَ؛ لِأَنَّهُ أَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ وَأَیْسَرُ عَلَیْهِ لِمَا فِیهِ مِنْ دَفْعِ ضَرَرِ الْتِزَامِ الْإِحْرَامِ وَمَشَقَّةِ الطَّرِیقِ كَمَا فِی "الْفَتْحِ"۔(۱۲۸)

یعنی، جو رُخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طوافِ صدر نہ کیا ہو تو لوٹے اور نئے احرام کے بغیر طواف کرے جبکہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر اس سے گزر چکا ہو تو وہ نہ لوٹے اور اُسے دم دینا لازم ہوگا پس اگر وہ لوٹے تو عمرہ کے احرام کے ساتھ لوٹے اور وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے کیونکہ وہ اس پر احرام کے سبب سے متعین ہو چکا ہے پھر جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو وہ طوافِ وداع کرے اور اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اُنہوں نے کہا کہ اَولیٰ یہی ہے کہ وہ نہ لوٹے اور خون بہائے اگر قدرت رکھتا ہو کیونکہ یہ فقراء کے لیے زیادہ نفع مند ہے۔ اور اُس پر زیادہ آسانی ہے کیونکہ اس میں احرام کے لازم

(۱۲۸) مجمع الأنهر، کتاب الحج، فصل: قبل باب القران والتمتع، تحت قوله: سبعة أشواط.....إلخ، ۴۱۷/۱

ہونے کا ضرر اور راستہ کی مشقت کا دُور ہونا ہے جیسا کہ "فتح" (۱۲۹) میں ہے۔

امام ظہیر الدین اُبوبکر محمد بن اُحمد حنفی بخاری متوفی ۶۱۹ھ لکھتے ہیں: وإذا رجع قبل أن یطوف طواف الصدر فعلیه أن یرجع قبل أن یجاوز المیقات وإن جاوز لم یرجع۔(۱۳۰)

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا: وَمَنْ نَفَرَ وَلَمْ یَطُفْ لِلصَّدَرِ فَإِنَّهُ یَرْجِعُ مَا لَمْ یُجَاوِزْ الْمِیقَاتَ فَإِنْ ذَكَرَ بَعْدَ مُجَاوَزَةِ الْمِیقَاتِ لَمْ یَرْجِعْ فَإِنْ رَجَعَ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ، وَإِنْ عَادَ بِعُمْرَةٍ ابْتَدَأَ بِطَوَافِهَا فَإِذَا فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ طَافَ لِلصَّدَرِ كَذَا فِی "السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ" قَالَ الشَّیْخُ الْإِمَامُ الْكَرْخِیُّ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى- إذَا فَرَغَ مِنْ طَوَافِ الصَّدَرِ أَتَى الْمَقَامَ وَصَلَّى عِنْدَهُ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ فَیَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا كَذَا فِی "الظَّهِیرِیَّةِ"۔(۱۳۱)

یعنی، جو رُخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا ہو تو وہ لوٹے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر اس سے گزرنے کے بعد یاد آئے تو وہ نہ لوٹے پس اگر وہ لوٹے تو وہ عمرہ کے احرام کے ساتھ لوٹے اور اگر وہ لوٹ آئے تو وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے پھر جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو وہ طوافِ وداع کرے اسی طرح "سراج الوہاج" میں ہے۔ شیخ امام کرخی نے امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ طوافِ صدر سے فارغ ہو تو وہ مقامِ ابراہیم کے پاس آکر دو

(۱۲۹) فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: لأنه یودع البیت، ۳۹۷/۲

(۱۳۰) الفتاوی الظهیریة، کتاب الحج، الفصل السابع فی الطواف والسعی، ص۱۴۳، مخطوط

(۱۳۱) الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس فی كیفیة أداء الحج، ۲۳۵/۱

رکعت قائم کرے پھر وہ زم زم کو آ کر زم زم کے پانی سے پیئے اِسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: فَلَوْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ وَجَبَ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ لِيَطُوفَ مَا لَمْ يُجَاوِزُ الْمِيقَاتَ فَيُخَيَّرُ بَيْنَ إرَاقَةِ الدَّمِ وَالرُّجُوعِ بِإِحْرَامٍ جَدِيدٍ بِعُمْرَةٍ مُبْتَدِئًا بِطَوَافِهَا ثُمَّ بِالصَّدَرِ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِتَأْخِيرِهِ، وَالْأَوَّلُ أَوْلَى تَيْسِيرًا عَلَيْهِ وَنَفْعًا لِلْفُقَرَاءِ۔(۱۳۲)

یعنی، اگر کوئی رُخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طواف نہ کیا ہو تو اُسے لوٹنا لازم ہے تا کہ وہ طواف کرے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اُسے خون کے بہانے اور عمرہ کی نیت سے جدید احرام باندھ کر رجوع کر کے عمرہ کے طواف سے ابتداء کرنے کے بعد طوافِ صدر کرنے کے درمیان اختیار دیا جائے گا اور اُس پر طوافِ وداع کو مؤخّر کرنے کی وجہ سے کوئی شے لازم نہ ہو گی اور اول (یعنی دم دینا) اُس پر آسان ہونے اور فقراء کے لیے اس میں نفع ہونے کی وجہ سے اَولیٰ ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ومن خرج ولم يطفه يجب عليه العود بلا اِ حرام، ما لم يجاوز الميقات، فإن جاوزه لم يجب الرجوع ويجب الدم، وإن عاد فعليه الإحرام بعمرة أو حج، فإذا رجع بدأ بطواف العمرة ثم بالصدر ولا شيء عليه بالتأخير ويكون مسيئاً، والأولىٰ أن لا يرجع بعد المجاوزة ويبعث دماً لأنه أنفع للفقراء وأيسر عليه۔(۱۳۳)

یعنی، جو نکلے اس حال میں کہ اُس نے طواف نہ کیا ہو تو اُس پر بغیر احرام کے لوٹنا

(۱۳۲) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر، تحت قوله: وهو واجب، ۶۲۲/۳

(۱۳۳) لباب المناسك و عباب المسالك، باب طواف الصدر، فصل فی أحكام الخروج.....إلخ، ص ۱۷۰

واجب ہے جبکہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر وہ اسے تجاوز کر چکا ہو تو لوٹنا واجب نہیں اور دم دینا واجب ہو گا اور اگر وہ لوٹے تو اُس پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہے پس جب وہ لوٹے تو وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے (عمرہ مکمل کرنے کے بعد) پھر طوافِ صدر کرے اور اُس پر (طوافِ صدر میں) تاخیر کے سبب کچھ لازم نہیں ہے اور وہ اساءت کرنے والا ہو گا اور اُولیٰ یہ ہے کہ میقات سے گزرنے کے بعد نہ لوٹے اور وہ (حرم میں) دم بھجوائے کیونکہ اس میں فقراء کے لیے زیادہ نفع اور اُس پر زیادہ آسانی ہے۔

قاضی ومفتی مکہ مکرمہ امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: إذا نفر ولم يطف، يجب عليه أن يرجع ويطوف ما لم يجاوز الميقات لأنه ترك طوافاً واجباً وأمكنه أن يأتي به من غير الحاجة إلىٰ تجديد الإحرام، فيجب عليه أن يرجع ويأتي به، وإن جاوز الميقات لا يجب عليه الرجوع لأنه لا يمكنه العود إلا بتجديد آخر بعمرة أو حج فلا يفيد وإن أراد أن يمضي، مضى وعليه دم، وإن أراد أن يعود أحرم بعمرة، فإذا دخل مكة ابتدأ طوافها لأن ذلك تعين عليه بالإحرام فإذا فرغ من عمرته حينئذ طاف للصدر، ولا شيء عليه لتأخيره عن مكانه قال صاحب "البدائع": قالوا: الأولىٰ أن لا يرجع، ويريق دماً مكان الطواف، لأن هذا أنفع للفقراء وأيسر عليه لما فيه من دفع مشقة السفر، وضرر التزام الإحرام. قال ابن العجمي: ولو خرج ولم يطف طواف الوداع عصىٰ عند الحنفية والشافعي وأحمد، ووجب عليه العود للطواف إذا لم يجاوز الميقات۔(۱۳۴)

(۱۳۴) البحر العميق، مطلب بدع الحجاج فی منی، فصل فی النفر.....إلخ، ۱۹۲۰/۴۔۱۹۲۱

یعنی، جب کوئی اس حال میں رخصت ہو کہ اُس نے طواف نہ کیا ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ لوٹ کر طواف کرے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو کیونکہ اُس نے واجب طواف کو ترک کیا ہے اور اُسے ممکن ہو تو نئے احرام کی حاجت کے بغیر طواف کرنے آئے تو اُس پر واجب ہوگا کہ وہ مکہ کو لوٹ کر طواف کو آئے اور اگر وہ میقات سے گزر چکا ہو تو اُس پر لوٹنا واجب نہیں کیونکہ لوٹنا ممکن نہیں مگر عمرہ یا حج کے نئے احرام کے ساتھ، پس (اس میں) کوئی فائدہ نہیں اور اگر وہ گزرنے کا ارادہ کرے تو گزر جائے تو اُس پر دم لازم ہوگا اور اگر اُس نے ارادہ کیا کہ وہ لوٹے تو وہ عمرہ کا احرام باندھے پس جب وہ مکہ کو داخل ہو تو وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے کیونکہ اُس پر احرام کے سبب سے متعین ہو چکا ہے پس جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو اس وقت وہ طوافِ وداع کرے اور اُس پر اسے اپنی جگہ سے مؤخّر کرنے کے سبب کچھ لازم نہ ہوگا، ''صاحبِ بدائع'' نے فرمایا کہ اُنہوں نے کہا کہ اُولیٰ یہ ہے کہ وہ نہ لوٹے اور طواف کی جگہ خون بہائے (یعنی دم دے) کیونکہ یہ فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے اور اُس پر زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں سفر کی مشقّت اور احرام کے لازم ہونے کے ضرر کا دُور ہونا ہے۔ ابن عجمی نے فرمایا: اگر وہ اس حال میں نکلا کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا تھا تو وہ حنفی، شافعی، اور حنبلی مذہب کے مطابق گنہگار ہوا اور اُس پر طواف کے لیے لوٹنا واجب ہوگا جب کہ اُس نے وہ میقات سے نہ گزرا ہو۔

اور امام علاء الدین اُبی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: فَإِنْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ، وَيَطُوفَ مَا لَمْ يُجَاوِزُ الْمِيقَاتَ؛ لِأَنَّهُ تَرَكَ طَوَافًا وَاجِبًا، وَأَمْكَنَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِهِ مِنْ غَيْرِ الْحَاجَةِ إِلَى تَجْدِيدِ الْإِحْرَامِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ، وَيَأْتِيَ بِهِ، وَإِنْ جَاوَزَ الْمِيقَاتَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ

الرُّجُوعُ إِلَّا بِالْتِزَامِ عُمْرَةٍ بِالْتِزَامِ إِحْرَامِهَا ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَمْضِيَ مَضَى، وَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَرْجِعَ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ، وَإِذَا رَجَعَ يَبْتَدِءُ بِطَوَافِ الْعُمْرَةِ ثُمَّ بِطَوَافِ الصَّدْرِ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِتَأْخِيرِهِ عَنْ مَكَانِهِ، وَقَالُوا الْأَوْلَى أَنْ لَا يَرْجِعَ، وَيُرِيقُ دَمًا مَكَانَ الطَّوَافِ؛ لِأَنَّ هَذَا أَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ، وَأَيْسَرُ عَلَيْهِ لِمَا فِيهِ مِنْ دَفْعِ مَشَقَّةِ السَّفَرِ، وَضَرَرِ الْتِزَامِ الْإِحْرَامِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.(١٣٥)

یعنی، پس اگر وہ رُخصت ہوا اس حال میں کہ اُس نے طواف نہ کیا تھا تو اُس پر واجب ہے کہ وہ لوٹے اور طواف کرے جب تک وہ میقات سے نہ گزرا ہو کیونکہ اُس نے واجب طواف کو ترک کیا ہے اور اُسے نئے احرام کی حاجت کے بغیر طواف کرنے آنا ممکن ہے تو اُس پر واجب ہوگا کہ وہ مکہ کو لوٹ آئے اور طوافِ وداع کرے اور اگر وہ میقات سے گزر چکا ہو تو اُس پر لوٹنا واجب نہیں کیونکہ لوٹنا ممکن نہیں مگر عمرہ کے احرام کو لازم کرنے کے ساتھ پھر جب وہ جانا چاہے تو چلا جائے تو اُس پر دم لازم ہوگا اور اگر اُس نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو وہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے پھر وہ لوٹے تو عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے (عمرہ سے فارغ ہو) پھر طوافِ صدر کرے تو اُسے اپنی جگہ سے مؤخّر کرنے کے سبب کچھ لازم نہ ہوگا اور فقہاء کرام نے فرمایا کہ اُولیٰ یہ ہے کہ وہ نہ لوٹے اور طواف کی جگہ خون بہائے (یعنی دم دے) کیونکہ یہ فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے اور اُس پر زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں سفر کی مشقّت اور احرام کے لازم ہونے کے ضرر کا دُور ہونا ہے۔ واللہ اعلم

تو مندرجہ بالا عبارات میں اس حکم کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی میقات سے تجاوز کرنے کے بعد بھی لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ جب وہ لوٹ جائے تو وہ سب

(١٣٥) بدائع الصنائع، کتاب الحج ، فصل فی بیان مکانه ، ١٠٧/٣

سے پہلے عمرہ کے طواف کے ساتھ طواف کی ابتداء کرے پھر جب وہ عمرہ کی ادائیگی سے مکمل طور پر فارغ ہو جائے تو وہ طوافِ وداع کرے تو اس حکم سے بالکل واضح ہو گیا کہ عمرہ طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو فقہاءِ کرام کبھی بھی یہ حکم اپنی کُتُب میں ذکر نہ فرماتے کہ وہ عمرہ سے فراغت کے بعد طوافِ وداع کرے اور فقہاءِ کرام کا فراغتِ عمرہ کے بعد طوافِ وداع کا حکم دینا اس پر بیّن (واضح) دلیل ہے کہ عمرہ طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٢٤ ذو الحجة ١٤٣٩ھ۔ ٤ ستمبر ٢٠١٨م FU-45

دورانِ طواف پانی پینے کی شرعی حیثیت

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا دورانِ طواف پانی وغیرہ پینا جائز ہے اگر جائز ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے؟ (السائل: محمد ریحان قادری، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:۔ دورانِ طواف پانی پینا شرعاً جائز ہے۔

چنانچہ اِمام احمد رضا حنفی متوفی: ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: یہ باتیں طواف و سعی دونوں میں مباح ہیں: سلام کرنا، جواب دینا، پانی پینا، حمد و نعت و منقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا، اور سعی میں کھانا کھا سکتا ہے۔ حاجت کے لیے کلام کرنا، فتویٰ پوچھنا، فتویٰ دینا۔(١٣٦)

دورانِ طواف پانی پینا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے۔

چنانچہ اِمام اَبوعبدالرحمٰن اَحمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ اور امام حافظ ابواحمد

(١٣٦) فتاوی رضویہ، کتاب الحج، جنایات، رسالہ أنوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ، ١٠/٧٤٥

عبداللہ بن عدی جرجانی متوفی ٣٦٥ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ، قَالَ: عَطِشَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْکَعْبَۃِ فَاسْتَسْقَی، فَأُتِیَ بِنَبِیذٍ مِنَ السِّقَایَۃِ، فَشَمَّہُ فَقَطَّبَ، فَقَالَ: عَلَیَّ بِذَنُوبٍ مِنْ زَمْزَمَ، فَصَبَّ عَلَیْہِ، ثُمَّ شَرِبَ، فَقَالَ رَجُلٌ: أَحَرَامٌ ہُوَ یَا رَسُولَ اللَّہِ؟ قَالَ: لَا.(١٣٧)

یعنی، حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا چکر لگاتے ہوئے پیاس لگی تو آپ نے پانی طلب فرمایا تو آپ کے پاس ایک مشکیزے میں سے نبیذ لایا گیا تو آپ نے اُسے سونگھا پھر اسے ہٹا کر فرمایا مجھے زمزم سے ایک ڈول (پانی) دو پھر آپ نے اُسے اپنے اوپر ڈالا، پھر نوش فرمایا تو ایک مرد نے کہا کیا یہ (یعنی نبیذ) حرام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

اِمام حافظ علی بن عمر دارقطنی متوفی ٣٨٥ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِیِّ، قَالَ: عَطِشَ رَسُولُ اللَّہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْکَعْبَۃِ فَاسْتَسْقَی فَأُتِیَ بِنَبِیذٍ مِنَ السِّقَایَۃِ فَشَمَّہُ ثُمَّ قَطَّبَ، فَقَالَ: عَلَیَّ بِذَنُوبٍ مِنْ زَمْزَمَ، فَصَبَّہُ عَلَیْہِ ثُمَّ شَرِبَ، فَقَالَ رَجُلٌ: أَحَرَامٌ ہُوَ یَا رَسُولَ اللَّہِ؟ قَالَ: لَا۔(١٣٨)

یعنی، حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا چکر لگاتے ہوئے پیاس لگی تو آپ نے پانی طلب فرمایا تو آپ کے پاس ایک مشکیزے میں سے نبیذ لایا گیا تو آپ نے اُسے سونگھا پھر اسے ہٹا کر فرمایا مجھے زمزم سے

(١٣٧) سُنَن النسائی، کتاب الأشربة، باب ذکر الأخبار التی اعتل بھا من أباح شراب السکر، برقم: ٣٤١/٨_٧،٥٧١٤

الکامل فی ضعفاء الرجال، ٥٩٢/٢٢_خالد بن سعد کوفی مولی أبی مسعود الأنصاری، ص: ٤٥٤

(١٣٨) سُنَن الدار قطنی، کتاب الأشربة وغیرها، برقم: ٤٦٤٩

ایک ڈول (پانی) دو پھر آپ نے اُسے اپنے اوپر ڈالا، پھر اُسے نوش فرمایا تو ایک شخص نے کہا کیا یہ (یعنی نبیذ) حرام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

اِمام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت نقل کرتے ہیں: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مَاءً فِی الطَّوَافِ۔(۱۳۹)

یعنی، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ طواف پانی نوش فرمایا۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن کرم حنفی متوفی ۵۹۲ھ: لما روی: أن النبی ﷺ عطش فی طوافه فخرج إلی زمزم فشرب ثم عاد وبنی علی طوافه۔(۱۴۰)

یعنی، اس لئے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کے دوران میں پیاس لگی تو آپ زمزم کی جانب تشریف لے گئے اور (آبِ زمزم) نوش فرمایا پھر لوٹے اور اپنے طواف پر بنا کی۔

اور اِمام علاء الدین اَبی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں: وَرُوِیَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ مِنَ الطَّوَافِ، وَدَخَلَ السِّقَايَةَ فَاسْتَسْقَی فَسَقَی فَشَرِبَ ثُمَّ عَادَ، وَبَنَی عَلَی طَوَافِهِ۔(۱۴۱)

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بے شک آپ طواف سے نکلے اور سقایہ میں تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا پھر اُسے نوش فرمایا اور اپنے طواف پر بنا فرمائی۔

---

(۱۳۹) السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، باب الشرب فی الطواف، برقم: ۹۲۹۷، ۱۳۹/۵

(۱۴۰) المسالك فی المناسك، فصل فی شرائط صحة الطواف وما یقع معتداً وما لا یقع، ۴۴۸/۱

(۱۴۱) بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارة.....إلخ، ۷۲/۳-۷۳

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱، محرم الحرام ۱۴۴۰ھ- ۱۰ سبتمبر ۲۰۱۸م FU-52

چھت سے کعبہ معظّمہ کا طواف

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فتویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ ''اگر مسجد حرام کی چھت سے کعبۂ مقدسہ کا طواف ہو تو فرض طواف ادا ہو جائے گا جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو'' اب پوچھنا یہ ہے کہ مقام ابراہیم بھی تو آڑ بنتا ہے یونہی برآمدے یا چھت سے طواف کرنے پر ستون اور گرل لازمی طور پر آڑ بنتے ہیں لہٰذا دیوار وغیرہ حاجب سے کیا مراد ہے اور دیوار وغیرہ حاجب ہونے کی صورت میں کیا فرض ادا نہیں ہوگا؟

اور جس فتویٰ کی عبارت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

چھت سے طواف: اگر مسجد حرام کی چھت سے کعبۂ مقدسہ کا طواف ہو تو فرض طواف ادا ہو جائے گا جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو لیکن اگر نیچے مطاف میں گنجائش ہے تو چھت سے طواف مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا اور چلنا پایا جاتا ہے جو مکروہ ہے۔ ساتھ ہی اس حالت میں طواف، کعبہ سے قریب تر ہونے کے بجائے بہت دور ہو رہا ہے اور بلا وجہ اپنے کو سخت مشقت اور تکان میں ڈالنا بھی ہوتا ہے جبکہ قریب تر مقام سے طواف کرنا افضل ہے اور بلا وجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا منع۔ ہاں! اگر نیچے گنجائش نہ ہو یا گنجائش ہونے تک انتظار سے کوئی مانع ہو تو چھت سے طواف بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (السائل: عبد اللہ از کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظّمہ کے گرد طواف کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝﴾(۱۴۲)

ترجمہ: اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

---

(۱۴۲) الحج: ۲۹/۲۲

اور مقام ابراہیم کے باہر سے، مسجد کے برآمدے میں، برآمدوں اور مسجد کے ستونوں کے باہر سے طواف کیا جائے بشرطیکہ مسجد کے اندر ہی ہو تو یہ طواف بیت اللہ شریف کا ہی طواف کہلاتا ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ اور مفتی و قاضی مکہ علامہ ابوالبقا محمد بن احمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: و أما مكان الطواف فمكانه حول البيت لقوله ﴿وليطوفوا بالبيت العتيق﴾ (۱۴۳)

یعنی، اور بہرحال طواف پس اس کی جگہ بیت اللہ شریف کے گرد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اس آزاد گھر کا طواف کریں''

طوافِ کعبہ، بیت اللہ شریف کے گرد کا طواف ہے تو مسجد حرام میں طواف جائز ہوگا چاہے بیت اللہ شریف کے قریب ہو یا دور، بشرطیکہ مسجد میں ہو۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی اور مفتی و قاضی مکہ علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: فيجوز الطواف فی المسجد الحرام قريباً من البيت أو بعيداً عنه بعد أن يكون فی المسجد۔ (۱۴۴)

یعنی، پس مسجد حرام میں طواف جائز ہوگا، بیت اللہ شریف کے قریب ہو یا اس کے دُور بعد اس کہ (طواف) مسجد میں ہو۔

اس لئے اگر طواف مقام ابراہیم کے باہر سے یا سجدۂ برآمدے میں یا مسجد کے

(۱۴۳) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب الحج، فصل بعد فصل فی شرط طواف الزيارة إلخ، ۷۶/۳)

البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ،الفصل فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

(۱۴۴) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب الحج، فصل بعد فصل فی شرط طواف الزيارة إلخ، ۷۶/۳

البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ،الفصل فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

ستون کے باہر سے کیا تو جائز ہوگا۔

چنانچہ امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۴۴ھ اور امام ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: و إن طاف بالبيت منُ ورّاءِ زمزم أو قريباً من ظُلَّةِ المسجدِ أجزأه عن ذلكَ۔ (۱۴۵)

یعنی، اگر زمزم کے پیچھے سے یا مسجد کے سائبان کے قریب بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو اُسے طواف جائز ہوا۔

اور علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: حتی لو طاف من وراء زمزم قريباً من حائط المسجد أجزأه۔ (۱۴۶)

یعنی، یہاں تک کہ زم زم کے پیچھے مسجد کی دیوار کے قریب طواف کیا تو اُسے جائز ہوگیا۔

اور علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: ولا يضر الحائل بين الطائف والبيت كقُبّة زمزم والسواری۔ (۱۴۷)

یعنی، اور طائف (طواف کرنے والے) اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہونا نقصان دہ نہ ہوگا جیسے زمزم کا کنواں اور ستون۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۵ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: ويجوز أی الطوافُ فی المسجد أی فی جميع أجزائه ولو مِن وراء

(۱۴۵) الكافی للحاكم الشهيد مع شرحه المبسوط، كتاب المناسك، باب الطواف، ۵۷/۲

المسالك فی المناسك، فصل فی شرائط صحة الطواف إلخ، ۴۴۸/۱

(۱۴۶) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب الحج، فصل بعد فصل فی شرط طواف الزيارة إلخ، ۷۶/۳

(۱۴۷) البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ،الفصل فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

السَّواری أی الأسطوانات وزمزم وکذا المَقَامات۔(۱۴۸)

یعنی، طواف مسجد حرام کے جمیع (تمام) اجزاء میں جائز ہے اگر چہ ستونوں اور زمزم کے باہر سے ہو اسی طرح مقام (ابراہیم) کے باہر سے بھی (جائز ہے)

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: واعلم أن مکان الطواف داخل المسجد الحرام حتی لو طاف بالبیت مِن وراء زمزم أو مِن وراء السَّواری جاز۔(۱۴۹)

یعنی، جان لے طواف کی جگہ مسجد حرام کے اندر ہے یہاں تک کہ اگر زمزم یا ستونوں کے باہر سے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو طواف جائز ہوا۔

اور علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: واعلم أن مکان الطّواف داخل المسجد ولو وراء زمزم۔(۱۵۰)

یعنی، جان لے کہ طواف کی جگہ مسجد حرام کے اندر ہے اگر چہ زمزم کے باہر سے ہو۔

اس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قوله: "ولو وراء زمزم" أو المقام أو السَّواری أو علی سطحه ولو مرتفعاً علی البیت" لباب"(۱۵۱)

یعنی، اُن کا قول "اگر چہ زمزم کے باہر سے ہو" یا مقامِ ابراہیم یا ستونوں کے

(۱۴۸) المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، فصل: فی مکان الطواف، ص۲۱۱

(۱۴۹) البحرالرائق، کتاب الحج، باب الإ حرام، تحت قوله: وطن مضطبعاً إلخ، ۵۷۶/۲

(۱۵۰) الدرالمختار، کتاب الحج، فصل فی الإ حرام وصفة المفرد بالحجّ، تحت قوله: یلزمه إتمام الأ سبوع إلخ، ص۱۶۰

(۱۵۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتا ب الحج، فصل فی الإ حرام، مطلب فی طواف القُدوم، ۵۸۲/۳

باہر سے ہو یا مسجد کی چھت پر یا بیت اللہ سے بلند ہو۔

اور مخدوم محمد عابد بن احمد بن علی سندھی انصاری حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ اس کے تحت لکھتے ہیں: "ولو وراء زمزم" أی والسواری أو علی سطحه ولو مرتفعاً علی البیت کما فی "اللباب" فلا یشترط عین المطاف، ولو وسع المسجد حتی بلغ طرف الحرم أجزأ الطواف فیه۔(۱۵۲)

یعنی، "اگر چہ زمزم کے باہر سے ہو" یا ستونوں کے باہر سے ہو یا (مسجد کی) چھت پر ہو اگر چہ بیت اللہ شریف سے بلند ہو جیسا کہ "لباب" میں ہے۔ پس معین مطاف کی شرط نہیں لگائی گئی، اور اگر مسجد (حرام) کو وسیع کی جائے یہاں تک کہ (حدودِ) حرم کے طرف (کنارے) کو پہنچ جائے اس میں طواف جائز ہوگا۔

فقیہ ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید ولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نقل لکھتے ہیں: ولو طاف من وراء زمزم وزمزم بینه وبین البیت لم یلزمه شیء، وجاز۔(۱۵۳)

یعنی، اور اگر زمزم کے باہر سے طواف کیا اور زمزم اس کے اور بیت اللہ شریف کے مابین ہو تو اُسے کچھ لازم نہ ہوگا اور طواف جائز ہو جائے گا۔

اور جواز طواف کو طواف کرنے والے اور بیت اللہ شریف کے مابین حائل ضرر نہیں دیتا۔

چنانچہ علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: ولا یضرّ الحائل بین الطائف والبیت کقبّة زمزم، والسَّواری۔(۱۵۴)

یعنی، طواف کرنے والے اور بیت اللہ شریف کے مابین حائل ضرر نہیں دے

(۱۵۲) طوالع الأنوار شرح الدرالمختار، کتاب الحج، فصل فی الإ حرام، ۴/ق۸۸/أ، مخطوط مصوّر

(۱۵۳) الفتاویٰ الولوالجیة، کتاب الحج، الفصل الرابع وأمّا طواف التحیة، ۲۹۴/۱

الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الحج، الفصل الثالث فی تعلیم أعمال الحج، برقم: ۴۹۲۵، ۴۹۷/۳

(۱۵۴) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

گا جیسے قبۂ زمزم، ستون۔

کیونکہ زمزم، مقامِ ابراہیم اور ستونوں کے حائل ہونے کے باوجود طواف بالبیت پایا گیا۔

چنانچہ علامہ کاسانی حنفی اور علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: لوجود الطواف بالبیت لحصوله حول البیت۔(۱۵۵)

یعنی، طواف بالبیت کے پائے جانے کی وجہ سے کیونکہ طواف بیت اللہ شریف کے گرد پایا گیا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر آخر تک طواف جائز ہے۔

چنانچہ علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: ویجوز فی أخریات المسجد وراء قبّة، وعلی سطح المسجد۔(۱۵۶)

یعنی، طواف مسجد کے آخر میں قبّہ کے پیچھے اور مسجد کی چھت پر جائز ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد حرام اگر وسیع ہو جائے اور مطاف بھی کشادہ ہو جائے تو اس کے جمیع اجزاء میں طواف جائز ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: ولو وسّع المسجد اتّسع المطاف فصحّ الطواف فی جمیعه۔(۱۵۷)

یعنی، اور اگر مسجد وسیع ہو جائے تو مطاف وسیع ہو جائے گا تو پوری مسجد میں طواف درست ہوگا۔

لہٰذا جب طواف مسجد کے اندر واقع ہو، طواف کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝﴾ پر عمل کرنے والا قرار پائے گا۔ چنانچہ شمس الائمہ ابوبکر محمد

(۱۵۵) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکة إلخ،الفصل فی بیان أنواع الأطوفة ۱۲۲۴/۲

(۱۵۶) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکة إلخ،الفصل فی بیان أنواع الأطوفة ۱۲۲۴/۲

(۱۵۷) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکة إلخ،الفصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: لأنه إذا کان فی المسجد فطوافه یکون بالبیت، فیصیر ممتثلا للأمر۔(۱۵۸)

یعنی، کیونکہ جب طواف مسجد میں ہے تو اس کا طواف بیت اللہ شریف کا طواف ہوگا، پس وہ امر خداوندی کو بجالانے والا ہوگا۔

اور مسجد کا اندر بقعہ واحدہ کی مثل ہے اس لئے مسجد کے اندر جس حصے سے بھی کعبہ معظّمہ کا طواف کرے گا طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ ظہیر الدین عبدالرشید ولوالجی حنفی لکھتے ہیں: لأن أماکن المسجد کمکانٍ واحدٍ فی حق الصّلاۃ والاقتداء بالإمام، فکذا فی حق الطواف ولا کذلك خارج المسجد۔ (۱۵۹)

یعنی، کیونکہ مسجد کے اماکن (جگہیں) نماز اور امام کی اقتداء کے حق میں ایک مکان کی مانند ہیں۔ پس اسی طرح طواف کے حق میں بھی جبکہ خارجِ مسجد ایسا نہیں۔

اور امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں: لأن أماکن المسجد کمکانٍ واحدٍ فی جواز الاقتداء بالإمام فکذا فی الطواف۔(۱۶۰)

یعنی، کیونکہ مسجد کے اماکن (جگہیں) امام کی اقتداء کے جواز میں مکان واحد کی مانند ہیں پس اسی طرح طواف میں بھی کیونکہ مسجد کی جگہیں نماز اقتداء کے حق میں اور امام ایک مکان کی مانند ہیں۔

اور دیوار کو حدّ فاصل قرار دیا گیا ہے۔

(۱۵۸) المسبوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبیت.....إلخ، ۴۵/۲

(۱۵۹) الفتاویٰ الولوالجیّة، کتاب الحج، الفصل الرابع، وأمّا طواف التحیة، ۲۹۴/۱

(۱۶۰) المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بیان منسك الحج إلخ ....، فصل فی شرائط صحة الطواف وما یقع معتداً وما لا یقع، ۴۴۸/۱

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

چنانچہ علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نُجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: ومن خارج المسجد لا یجوز وعلیه أن یعید؛ لأنه لا یمکنه الطواف ملاصقاً لحائط البیت فلا بدّ من حد فاصل بین القریب والبعید فجعلنا الفاصل حائط المسجد؛ لأنه فی حکم بقعةٍ واحدةٍ۔(۱۶۱)

یعنی، مسجد کے باہر سے طواف جائز نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ اعادہ کرے کیونکہ بیت اللہ شریف کی دیوار کی وجہ سے ملاصق طواف ممکن نہیں ہے تو قریب اور بعید میں حدِّ فاصل ضروری ہے، پس ہم نے مسجد کی دیوار کو فاصل قرار دیا کیونکہ (مسجد کا اندر) بقعہ واحدہ کے حکم میں ہے۔

اورسوال میں ذکر کردہ عبارت میں ہے کہ ''جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو'' تو ''وغیرہ'' سے مراد ہے کہ وہ چیز جو حاجب ہونے میں دیوار کی مثل ہو اور وہ چیز دیوار کی غیر ہو اور مسجد حرام کے اندر جو چیزیں ہیں وہ دیوار کی مثل حاجب نہیں ہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ذوالقعدة ۱۴۳۹ھ۔۱۳، اغسطس ۲۰۱۸م FU-16

(۱۶۱) البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإ حرام، تحت قوله: وطف مضطبعاً وراء الحطیم إلخ، ۵۷۶/۲

﴿ماخذ ومراجع﴾

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط للقاری، للإمام نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت ۱۰۱۴ھ)، محقق محمد طلحه بلال احمد مینار، مطبوعة: المکتبة الإمدادیة، مکة المکرمة، الطبعة الأولی ۱۴۳۰ھ۔۲۰۰۹م

۳۔ الهدایة شرح بدایة المبتدی، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت۵۹۳ھ)، دار الارقم، بیروت

۴۔ اللباب فی شرح الکتاب، للإمام عبد الغنی بن طالب الحنفی (ت۱۲۹۸ھ)، مطبوعة: دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴م

۵۔ الفتاوی التاتارخانیة، للعلّامة فرید الدین عالم بن العلاء الإندرپتی الدّهلوی الهندی حنفی (ت۷۸۶ھ)، مطبوعة: مکتبه فاروقیه، کوئٹه

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، للإمام أبی أحمد عبد اللّٰه بن عدی جرجانی (ت۳۶۵ھ)، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م

۷۔ المسالك فی المناسك، للإمام منصورمحمد بن مکرم بن شعبان کرمانی الحنفی (ت۵۹۷ھ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م

۸۔ الفتاوی الهندیة، للعلّامة نظام الدین الحنفی (ت ۱۱۶۱ھ)، مطبوعة: دارالمعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔۱۹۷۳م

۹۔ البنایة شرح الهدایة، للعینی، للإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّین الحنفی (ت۸۵۵ھ) تحقیق أیمن صالح شعبان، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔۲۰۰۰م

۱۰۔ البحر العمیق فی مناسك المعتمر و الحاجّ إلی بیت الله العتیق، لابن الضّیاء، محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت۸۵۴ھ)، تحقیق عبداللّٰه نذیر أحمد عبد الرّحمن مزی، مطبوعة: مؤسسة الریان، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۷ھ۔۲۰۰۶م

۱۱۔ البحر الرّائق شرح کنز الدّقائق، لإبن نجیم، زین الدّین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت۹۷۰ھ)، ضبطه الشّیخ زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی

١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

١٢۔ السّنن الكبرى، للإمام أبى بكر أحمد بن حسين بن على البيهقى (ت٤٥٨ ھ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا ،مطبوعة :دارالكتب العلمية،بيروت ، ١٤٢٠ھ۔١٩٩٩م

١٣۔ النهرالفائق شرح كنز الدّقائق،للعلّامة سراج الدين ابن نجيم الحنفى (ت١٠٠٥ھ) مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠٢م

١٤۔ العناية شرح الهداية ، للعلّامة اكمل الدين محمد بن محمدبن محمود بابرتى الحنفى (ت٧٨٦ھ) ،مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت ،الطبعة الأولىٰ ١٤٢٨ھ۔٢٠٠٧م

١٥۔ الدّرّالمختار شرح تنوير الأبصار،للعلامة علاؤ الدين محمد بن على بن محمد بن على بن عبد الرحمن حصكفى الحنفى(ت١٠٨٨ ھ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٢٣ھ ـ ٢٠٠٢م

١٦۔ الفتاوى التّاتارخانية، للعلامة عالم بن علاء الأنصارى الإندريتى الدّهلوى الحنفى (ت٧٨٦ھ) مطبوعة: مكتبة فاروقيه، كوئٹه ، الطبعة الأولىٰ ١٤٣١ھ۔٢٠١٠م

١٧۔ الفتاوى الولوالجية، للعلامة ظهير الدين الولوالجى الحنفى (ت٥٤٠ ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

١٨۔ الكافى للحاكم الشهيد، ،للإمام أبى الفضل محمد بن محمد بن أحمد المروزى الحنفى (ت٣٣٤ / ٣٤٤ھ)،مطبوعة:مكتبه رشيديه،كوئٹه

١٩۔ الجوهرة النيرة شرح القدورى للإمام أبى بكر بن على بن محمد حدادى الحنفى (ت٨٠٠ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

٢٠۔ الفتاوى الرضويّة، للإمام أحمد رضا بن نقى على خان الحنفى (ت١٣٤٠ ھ)، مطبوعة:رضا فاؤنڈيشن، لاهور، ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م)

٢١۔ بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، للكاسانى،علاؤ الدين أبى بكر بن مسعود الحنفى (ت٥٨٧ھ) تحقيق وتعليق على محمد معوض و عادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولى ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٢٢۔ بهار شريعت،صدرالشريعه محمد أمجد على اعظمى حنفى (ت١٣٦٧ ھ)،ناشر: مكتبة المدينه،كراچى، طباعت ١٤٣٥ھ ـ٢٠١٤م

٢٣۔ تنوير الأبصار، للعلّامة محمد بن عبد اللّٰهبن غزى تمرتاشى الحنفى (ت١٠٠٤ ھ)،

مطبوعة:دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٢٣ھ ـ٢٠٠٢م

٢٤۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب ، للسّندى، المخدوم محمد هاشم بن عبدالعفورالحارثى الحنفى (ت١١٧٤ھ)، مطبوعة::إدارة المعارف،كراتشى ١٣٩١ھ

٢٥۔ حاشيه فتاوى رضويه،مطبوعة:رضافاؤنڈيشن،لاهور،اِشاعت: ١٤١٧ھ۔١٩٩٦م

٢٦۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار للشّامى، محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفى، تحقيق عبدالمجيد طعمه الحلبى (ت١٢٥٢ ھ)، دار المعرفة ، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٢٧۔ سُنَن أبى داؤد، للإمام سليمان بن أشعث السّجستانى (ت٢٧٥ ھ)، تعليق عبيد الدّعاس وعادل السّيد،مطبوعة:دارابن حزم، بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٢٨۔ سُنَن الدار قطنى، للإمام على بن عمر الدّار قطنى (ت٣٨٥ ھ)مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٧ھ۔١٩٩٦م

٢٩۔ سُنَن الترمذى، للإمام أبى عيسى محمد بن عيسى ترمذى،تحقيق:محمود محمد محمود حسن نصّار،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ ـ ٢٠٠٠م

٣٠۔ سُنَنُ النّسائىّ، للإمام أبى عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب نسائى(ت٣٠٣ ھ)،مطبوعة:دار الفكر،بيروت،١٤١٥ھ۔١٩٩٥م

٣١۔ شرح سُنَنِ أبى داودلِابُنِ رسلان، للإمام شهاب الدين أحمد بن حسين بن على بن رسلان مقدسى رملى شافعى(ت٨٤٤ھ)، مطبوعة:دار الفلاح،الطبعة الأولىٰ ١٤٣٧ھ۔ ٢٠١٦م

٣٢۔ صحيح البخارى، للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن إسماعيل ابن ابراهيم ابن المغيرة بن بردزبة (ت٢٥٦ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

٣٣۔ صحيح مسلم، للإمام مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (ت٢٦١ ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية،بيروت

٣٤۔ صحيح مسلم بشرح النووى، للإمام يحى بن شرف نووى دمشقى شافعى (ت٦٧٧ھ) ، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢١ھ۔٢٠٠٠م

٣٥۔ طوالع الأنوارشرح الدرّ المختار، للإمام محمد عابد بن أحمد سندهى أنصارى الحنفى(ت١٢٥٧ھ/١٨٤١م)،مخطوط مصوّر

٣٦۔ عمدة القارى شرح صحيح البخارى،للعلّامة بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد عينى

(ت٨٥٥ﻫ)،مطبوعة:دارالفكر،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤١٨ﻫ۔ ١٩٩٨م

٣٧۔ غنية ذوى الحكام ، للعلّامة حسن بن عمار شرنبلالى الحنفى (ت١٠٦٩ﻫ)، مطبوعة: مطبعة أحمد كامل الكائنة فى دار السعادة ١٣٢٩ﻫ

٣٨۔ فتح القدير شرح الهداية ،لإبن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفى (ت٦٨١ﻫ)، مطبوعة: دارإحياء التّراث العربى، بيروت

٣٩۔ فتاوى ظهيرية ، للإمام ظهير الدين أبو بكر محمد بن أحمد الحنفى البخارى،(ت ٦١٩ﻫ)،مخطوط

٤٠۔ كتاب الحجّة على أهل المدينة ،للإمام محمد بن الحسن الشيبانى(ت١٨٩ ﻫ) ، مطبوعة: مكتبه طيّبه،كوئته

٤١۔ كمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر، للعلّامة محمد بن ولى بن رسول ازميرى الحنفى(ت١١٦٥ ﻫ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٣٨ﻫ۔٢٠١٧م

٤٢۔ كنزالإيمان،للإمام أحمد رضا الحنفى(ت١٣٤٠ﻫ)

٤٣۔ كتاب المبسوط للسرخسى،للإمام شمس الدّين ابوبكر محمد السّرخسى الحنفى (ت ٤٩٠ﻫ) مطبوعة:دارالفكر،بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ﻫ۔٢٠٠٠م

٤٤۔ كتاب الأصل المسمّى بالمبسوط، للإمام محمد بن الحسن الشيبانى (ت١٨٩ ﻫ) ، تصحيح وتعليق أبى الوفاء الأفغانى، عالم الكتب ، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٠ﻫ۔١٩٩٠م

٤٥۔ لباب المناسك وعُبَاب المسالك، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن ابراهيم السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ﻫ)،مطبوعة:دار قرطبة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢١ﻫ

٤٦۔ لسان الحكّام فى معرفة الأحكام،للإمام أبو الوليد أحمد بن محمد بن محمد لسان الدين ابن شحنه ثقفى حلبى حنفى (ت٨٨٢ ﻫ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،سنةالطباعة: ١٤٣٨ﻫ۔٢٠١٧م

٤٧۔ مختصر الطحاوى، للإمام أحمد بن محمد بن سلامه طحاوى حنفى (ت٣٢١ﻫ) ، مطبوعة:الدار المالكيّة،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٣٧ﻫ۔٢٠١٦م

٤٨۔ مختصر القدورى، للإمام أحمد بن محمدقدورى الحنفى (ت٤٢٨ﻫ)، مطبوعة: مؤسسة الرّيّان،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٦ﻫ۔٢٠٠٥م

٤٩۔ مجمع الأنهر،للإمام عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الحنفى (ت١٠٧٨ﻫ) مطبوعة: دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤١٩ﻫ۔١٩٩٨م

٥٠۔ مجموعة رسائل ابن عابدين، للشّامى، محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفى، (ت١٢٥٢ﻫ)، مطبوعة:عالم الكتب،بيروت

٥١۔ نزهة المشتاق فى حل عمرةالمكى والملحق به من الآفاق، فى ضمن إرشاد السارى إلى مناسك الملّا على القارى،للعلّامة طاهر سنبل الحنفى،مطبوعة:المكتبة الإمدادية،مكة المكرمة،الطبعة الأولىٰ١٤٣٠ﻫ ۔ ٢٠٠٩م

٥٢۔ هداية السّالك إلى المذاهب الأربعة فى المناسك، للإمام عزّ الدّين بن جماعة الكنانى (ت ٧٦٧ﻫ)، تحقيق الدّكتور نور الدّين عتر،مطبوعة:دار البشائر الإسلامية ، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٤ﻫ۔١٩٩٤م